مجلس انصاراللہ یو.کے. کا علمی تعلیمی و تربیتی مجلہ

انصار الدین

اخاء-نبوت-فتح 1387 جلد 5 ، نمبر 5

اکتوبر-نومبر-دسمبر 2008





Majlis Amla Ansarullah UK 2008 with Hadhrat Ameerul Momineen Khalifatul Masih V ایداللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

﴿بسم الله الرحمٰن الرحیم نحمده ونصلی علیٰ رسوله الکریم وعلیٰ عبده المسیح الموعودؑ﴾

انصارالدین

جلد ۵ نمبر ۵

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۸ء

انصاراللہ کا عہد

اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِيْكَ لَهٗ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

مَیں اقرار کرتا ہوں کہ اسلام اور احمدیت کی مضبوطی اور اشاعت اور نظام خلافت کی حفاظت کے لئے انشاء اللہ تعالیٰ آخر دم تک جدوجہد کرتا رہوں گا اور اس کے لئے بڑی سے بڑی قربانی پیش کرنے کے لئے ہمیشہ تیار رہوں گا۔ نیز مَیں اپنی اولاد کو بھی ہمیشہ خلافت سے وابستہ رہنے کی تلقین کرتا رہوں گا۔

(انشاء اللہ تعالیٰ)

فہرست مضامین

صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ

ولید احمد

مدیر اعلیٰ

ڈاکٹر شمیم احمد

مدیر (اردو)

شیخ لطیف احمد

نائب

حبیب الرحمٰن غوری

مدیر (انگریزی): احد بھنو

مینیجر: محمد اسحٰق ناصر

"Ansaruddin" 181 London Road, Morden, Surrey SM4 5HF e-mail address: ansaruddin_uk@yahoo.co.uk

اداریہ

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا علم القرآن

صداقت کا ایک روشن نشان

اسلام کی ایک ایسی خصوصیت جو دوسرے کسی مذہب میں پائی نہیں جاتی یعنی اُس کی الہامی کتاب قرآن مجید کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے خود دیا گیا ہے چنانچہ فرمایا: اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (سورۃ الحجر آیت10) یعنی اس ذکر (قرآن) کو ہم نے ہی اتارا ہے اور ہم یقیناً اس کی حفاظت کریں گے۔

اس آیت میں لفظی اور معنوی حفاظت کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ معنوی حفاظت کا مطلب ہے کہ جب لوگ قرآنی ہدایت سے دور ہو جائیں گے اور دلوں سے اس کا اثر اٹھ جائے گا تو اللہ تعالیٰ پھر ایسے حالات پیدا کردے گا کہ قرآن کے معانی کو از سرِ نو تازہ زندگی بخشی جائے۔ وہ حالات جن سے قرآن کے علوم کو نئی زندگی بخشی جائے گی، ان کے متعلق احادیث میں واضح ارشادات ملتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایسے بندوں کو پیدا کرتا رہے گا جو قرآن کے علوم کو دنیا میں پھیلاتے رہیں گے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایسے لوگ ہمیشہ ہی دنیا میں پیدا ہوتے رہے ہیں مگر ہر صدی کے سر پر مجدد دین کی آمد کا سلسلہ بھی اس آیت کی سچائی پر گواہ ہے۔ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ "رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس امت کے لئے ہر صدی کے سر پر ضرور ایسے آدمی کھڑے کرتا رہے گا جو اُس کے دین کی تجدید کرتے رہیں گے" (ابو داؤد کتاب الفتن)۔ اسی طرح صحیح بخاری میں بھی مذکور ہے کہ "اگر ایمان ثریا تک بھی اٹھ گیا تو اہلِ فارس میں سے ایک فرد اسے واپس لے آئے گا"۔

ان احادیث سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں ظاہر ہوگا جب علمِ قرآن دنیا سے اٹھ جائے گا اور جہالت چھا جائے گی۔ اس وقت زمانہ اس بات کا متقاضی ہوگا کہ کوئی خدا کی طرف سے دنیا میں ظہور پذیر ہو اور اس کے دین کو از سرِ نو زندہ کرے۔ چنانچہ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے پیش گوئیوں کے مطابق روحانی گراوٹ کے ایسے ہی وقت میں اپنا دعویٰ پیش کیا اور فرمایا:

"اس مقام کو غور سے دیکھو اور جلدی سے نکل نہ جاؤ۔ اور خدا سے دعا مانگو کہ وہ تمہارے سینوں کو کھول دے۔ آپ لوگ تھوڑے سے تامل کے ساتھ اس بات کو سمجھ سکتے ہیں کہ حدیثوں میں یہ وارد ہے کہ آخری زمانہ میں قرآن زمین سے اٹھا لیا جائے گا اور علمِ قرآن مفقود ہو جائے گا اور جہل پھیل جائے گا اور ایمانی ذوق اور حلاوت دلوں سے دُور ہو جائے گی۔ پھر ان حدیثوں میں یہ حدیث بھی ہے کہ اگر ایمان ثریا کے پاس بھی جا ٹھہرے گا یعنی زمین پر اس کا نام و نشان نہیں رہے گا تو ایک آدمی فارسیوں میں سے اپنا ہاتھ پھیلائے گا اور وہیں ثریا کے پاس سے اس کو لے لے گا۔ اب تم خود سمجھ سکتے ہو کہ اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جب جہل اور بے ایمانی اور ضلالت، جو دوسری حدیثوں میں دخان کے ساتھ تعبیر کی گئی ہے، دنیا میں پھیل جائے گی اور زمین میں حقیقی ایمانداری ایسی کم ہو جائے گی کہ گویا وہ آسمان پر اٹھ گئی ہوگی اور قرآن کریم ایسا متروک ہو جائے گا کہ گویا وہ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھایا گیا ہوگا۔ تب ضرور ہے کہ فارس کی اصل سے ایک شخص پیدا ہو اور ایمان کو ثریا سے لے کر پھر زمین پر نازل ہو۔ سو یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابنِ مریم یہی ہے۔" (ازالہ اوہام صفحہ 456-455)

پس آنے والے موعود کے لئے، اُس کی سچائی کی دلیل کے طور پر یہ لازمی تھا کہ اُسے قرآنی علوم کا ایک پُر معارف خزانہ عطا کیا جاتا تا کہ وہ قرآن کے حقائق کو دنیا کے سامنے پیش کر کے اپنی قوتِ قدسی سے دین کو پھر سے ایک تازگی اور دوسرے مذاہب کے مقابلہ میں تمکنت بخشتا۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے روحانی خزائن اس بات کے گواہ ہیں کہ جو قرآنی حقائق و معارف ان میں بیان کئے گئے ہیں وہ فوق العادت ہیں اور ان کا منبع خدا تعالیٰ کی ذات ہے۔ چنانچہ یہ آپؑ کی سچائی پر ایک روشن نشان کا درجہ رکھتے ہیں۔

حضرت اقدس مسیح موعودؑ خود فرماتے ہیں:

"مجھے اس خدا کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ مجھے قرآن کے حقائق اور معارف کے سمجھنے میں ہر ایک روح پر غلبہ دیا گیا ہے اور اگر کوئی مولوی مخالف میرے مقابل پر آتا جیسا کہ میں نے قرآنی تفسیر کے لئے بار بار ان کو بلایا تو خدا اس کو ذلیل اور شرمندہ کرتا۔ سو جو فہم قرآن مجھ کو عطا کیا گیا یہ اللہ جل شانہٗ کا ایک نشان ہے۔ میں خدا کے فضل سے یقین رکھتا ہوں کہ عنقریب دنیا دیکھے گی کہ میں اس بیان میں سچا ہوں۔"

(سراج منیر صفحہ41)

درس القرآن

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً وَّ فِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ

(سورۃ بقرۃ202)

اوران میں سے کچھ (ایسے بھی ہوتے ہیں) جو کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! ہمیں اس دنیا کی (زندگی) میں (بھی) کامیابی دے اور آخرت میں (بھی) کامیابی (دے) اور ہمیں آگ کے عذاب سے بچا۔

بعض لوگ ایسے ہیں جو خدا تعالیٰ سے صرف دنیا ہی مانگتے ہیں۔ جیسے عیسائی ہیں وہ یہی دعا کرتے ہیں ''ہماری روز کی روٹی آج ہمیں دے'' (متی باب 6 آیت 11) انہیں حرام وحلال سے کوئی غرض نہیں ہوتی۔ انہیں کسی چیز کے مفید یا مضر ہونے سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ ان کا مطمع نظر محض دنیا طلبی ہوتا ہے...... ایک اور گروہ ایسا ہے جو یہ دعا کرتا ہے کہ الٰہی ہمیں دنیا میں بھی عزت بخش اور آخرت میں بھی ہمارے مقام کو بلند کر۔ اگر ہمیں دنیا ملے تو ہم اسے اپنی ذات کے لئے استعمال نہ کریں بلکہ تیرے دین کی شوکت ظاہر کرنے کیلئے استعمال کریں اور تیری اور خوشنودی کے لئے اسے صرف کریں۔ اگر ایسا ہو تو پھر انسان کو دنیا میں بھی عزت ملتی ہے اور خدا تعالیٰ کے حضور بھی اس کا مرتبہ بڑھتا ہے۔ یہ دعا جو اسلام نے ہمیں سکھائی ہے بظاہر بہت چھوٹی سی دعا ہے لیکن ہر قسم کی انسانی ضرورتوں پر حاوی ہے۔ انسان کہتا ہے: رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً اے ہمارے ربّ! ہم کو اس دنیا میں حسنہ دے۔ بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے حسنہ کا جو لفظ استعمال فرمایا ہے یہ درست نہیں حسنات کا لفظ استعمال کرنا چاہئے تھا جس کے معنے بہت سی نیکیوں کے ہیں۔ مگر یہ اعتراض عربی زبان سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر یہاں حسنات کا لفظ ہوتا تو اس کے معنے یہ ہوتے کہ ہمیں کچھ اچھی چیزیں ملیں لیکن حسنہ کے یہ معنے ہیں کہ ہمیں جو کچھ بھی ملے خیر ملے۔

پس رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً کے یہ معنے ہیں کہ اے ہمارے ربّ! دنیا میں ہم کو جو کچھ دے حسنہ دے۔ روٹی دے تو حلال ہو، طیب ہو، پچنے والی ہو۔ کپڑا دے تو حلال دے طیب دے۔ ضرورت کے مطابق دے ننگ ڈھانکنے والا دے پسندیدہ دے۔ بیوی دے تو ایسی دے جو ہمدرد ہو، ہم خیال ہو، دیندار ہو، محبت کرنیوالی ہو، نیکی میں تعاون کرنے والی ہو، بچے پیدا کرنے والی ہو اور ان بچوں کی نیک تربیت کرنے والی ہو۔ مکان دے تو مبارک ہو...... ہمیں حاکم دے تو تُو ایسے دے جو رحم دل ہوں ماتحتوں سے محبت کرنے والے ہوں۔ استاد دے تو ایسے ہوں جو علم رکھنے والے اور اچھا پڑھانے والے ہوں...... دوست دے تو ایسے ہوں جو خیر خواہ ہوں محبت کرنے والے ہوں مصیبت میں کام آنے والے ہوں خوشی میں شریک ہونے والے ہوں دکھوں میں ہاتھ بٹانے والے ہوں غرض رَبَّنَآ اٰتِنَا فِى الدُّنْيَا حَسَنَةً اے ہمارے ربّ! دنیا میں ہم کو وہ چیز دے جو حسنہ ہو۔ پس یہاں حسنات کی بجائے حسنہ کا لفظ رکھ کر اس کے مفہوم کو خدا تعالیٰ نے وسیع کر دیا۔ اور جب مومن یہ دعا کرتا ہے تو دوسرے الفاظ میں وہ یہ کہتا ہے کہ خدایا مجھے ہر وہ چیز دے جو میری ضرورت کے مطابق ہو اور پھر وہ چیز ایسی ہو جو نہایت اچھی ہو۔ اپنی خوبیوں اور فوائد کے لحاظ سے اچھی ہو۔ یعنی مومن اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کرتا ہے کہ خدایا مجھے جو بھی چیز دے وہ ایسی ہو جو ظاہری اور باطنی دونوں خوبیاں رکھتی ہو۔

پھر فرمایا وَّفِى الْاٰخِرَةِ حَسَنَةً آخرت میں بھی ہمیں وہ چیزیں دے جو حسنہ ہو۔ یعنی وہ بھی ظاہر و باطن میں ہمارے لئے اچھی ہو۔ آخرت میں حسنہ صرف جنت ہے جس کا ظاہر بھی اچھا ہے اور باطن بھی اچھا ہے۔ پھر فرمایا وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ ہم کو عذاب نار سے بچا۔ اس سے مراد وہی عذاب نار مراد نہیں جو مرنے کے بعد ملے گا۔ یہ عذاب نار دنیا کے ساتھ بھی تعلق رکھتا ہے کیونکہ دنیا اور آخرت دونوں کے ساتھ تعلق رکھنے والی دعاؤں کے بعد وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کہا گیا ہے۔ پس وَّقِنَا عَذَابَ النَّارِ کے معنے یہ ہیں کہ ہمیں دنیا کے عذاب نار سے بھی بچا اور آخرت کے عذاب نار سے بھی محفوظ رکھ۔ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کئی لوگ عذاب نار میں گرفتار ہیں انہیں کئی قسم کے دکھ ہوتے ہیں تکلیفیں ہوتی ہیں حسرتیں ہوتی ہیں قسم قسم کے مصائب ہوتے ہیں مگر جب انسان اللہ تعالیٰ کے حضور دعا کرتا ہے اور اس سے کہتا ہے کہ خدایا مجھے عذاب نار سے بچا تو خدا تعالیٰ اسے اس عذاب سے بچا لیتا ہے تب وہ چیزیں جو پہلے اس کے لئے نار تھیں جنت بن جاتی ہیں۔ اس طرح اس سے مراد آخرت کا عذاب بھی ہے جس سے بچنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو یہ دعا سکھلائی ہے۔ بظاہر یہ ایک مختصر سی دعا ہے لیکن بڑی جامع اور وسیع دعا ہے۔

حدیث النبی صلی اللہ علیہ وسلم

خدا کی نظر دلوں پر ہے

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ رَسُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَنظُرُ اِلٰی صُوَرِ کُمْ وَ اَمْوَالِکُمْ وَ لٰکِنْ یَنْظُرُ اِلٰی قُلُوْبِکُمْ وَاَعْمَالِکُمْ (مسلم)

حضرت ابو ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے کہ اے مسلمانو! اللہ تعالیٰ تمہاری شکلوں اور تمہارے مالوں کی طرف نہیں دیکھتا۔ بلکہ تمہارے دلوں اور تمہارے عملوں کی طرف دیکھتا ہے۔

اس حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایسی دو باتوں کا ذکر فرمایا ہے جو خدا تعالیٰ کی نعمت ہونے کے باوجود بعض اوقات عورتوں اور مردوں میں بھاری فتنہ کا موجب بن جاتی ہیں۔ ان میں سے ایک جسمانی حسن و جمال ہے جو عموماً عورتوں کے لیے فتنہ کی بنیاد بنتا ہے اور دوسرے مال و دولت ہے جو بالعموم مردوں کو فتنہ میں مبتلا کرتا ہے۔ ان دو باتوں کو مثال کے طور پر سامنے رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ بے شک یہ دونوں چیزیں خدا کی پیدا کی ہوئی نعمتیں ہیں۔ مگر مسلمانوں کو ہوشیار رہنا چاہیے کیونکہ انسان کی قدر و قیمت کو پرکھنے کے لیے خدا تعالیٰ عورتوں کے حُسن اور مردوں کے مال کی طرف نہیں دیکھتا۔ بلکہ ان دونوں کے دلوں اور دماغ کی طرف دیکھتا ہے جو انسانی خیالات اور جذبات کا مبدا و منبع ہیں اور پھر وہ ان کے اعمال کی طرف دیکھتا ہے جو ان خیالات اور جذبات کے نتیجہ میں ظہور پذیر ہوتے ہیں۔ اس حدیث میں جو قلب کا لفظ بیان ہوا ہے اس سے دل اور دماغ دونوں مراد ہیں جنہیں انگریزی میں ہارٹ (Heart) اور مائنڈ (Mind) کہتے ہیں کیونکہ قلب کے لفظی معنی کسی نظام کے مرکزی نقطہ کے ہیں اور دل اور دماغ دونوں اپنے اپنے دائرہ میں جسمانی نظام کر مرکز ہیں۔ اور دل اور دماغ دونوں اپنے اپنے دائرہ میں جسمانی نظام کر مرکز ہیں۔ دماغ ظاہری احساسات کا مرکز ہے اور دل روحانی جذبات کر مرکز ہے۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جگہ قلوب اور اعمال کا لفظ استعمال کر کے اشارہ فرمایا ہے کہ بیشک جسمانی حسن اور ظاہری مال و دولت بھی خدا کی نعمتیں ہیں اور انسان کا قلب اور اس کے اعمال ہیں۔ لہٰذا ہر مسلمان کا فرض ہے کہ وہ جمال و مال اور دنیا کی دوسری نعمتوں پر فخر کرنے کی بجائے اپنے دل و دماغ کی اصلاح اور اپنے اعمال کی درستی کی فکر کرے۔

یہ بات بھی یاد رکھنی چاہیے کہ یہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ خدا تعالیٰ انسان کے قلب اور اس کے اعمال کی طرف دیکھتا ہے اس سے صرف یہی مراد نہیں کہ قیامت والے حساب کتاب میں انہی چیزوں کو وزن حاصل ہوگا۔ بلکہ ان الفاظ میں یہ اشارہ کرنا بھی مقصود ہے کہ اس دنیا میں بھی حقیقی وزن دل کے جذبات اور دماغ کے احساسات اور جوارح کے اعمال کو حاصل ہوت ہے۔ حق یہ ہے کہ جس قوم کے افراد کو یہ نعمت حاصل ہو جائے یعنی ان کا دل اور ان کا دماغ اور ان کے ہاتھ پاؤں ٹھیک رستہ پر چل پڑیں ان کی ترقی اور اس کے لیے نعمتوں کے حصول کو کوئی طاقت روک نہیں سکتی۔

کلام الامام علیہ السلام

''دنیا کے دن تو کسی نہ کسی طرح گزر ہی جاتے ہیں۔ شب تنور گذشت وشب سمور گذشت۔ غرباء اور مساکین بھی جن کو کھانے کو ایک وقت ملتا ہے اور دوسرے وقت نہیں ملتا اور آرام کے مکان بھی نہیں ہوتے ان کی بھی گزر ہی جاتی ہے اور امراء اور پلاؤ، زردے کھانے والے اور عمدہ مکانوں اور بالاخانوں میں رہنے والے بھی اپنے دن پورے کر ہی رہے ہیں۔ کسی کا دکھ درد سے اور کسی کا عیش میں گزارہ ہوتا ہے۔ مگر عاقبت کا دکھ جھیلنا بہت مشکل ہے اور وہ عذاب اور اس کے دکھ درد نا قابل برداشت ہوں گے۔ لہذا دانا وہی ہے کہ جو اس ہمیشہ رہنے والے جہان کی فکر میں لگ جاوے۔

سوتم نمازوں کو سنوارو اور خدا تعالیٰ کے احکام کو اس کے فرمودہ کے بموجب کرو۔ اس کے نواہی سے بچے رہو، اس کے ذکر اور یاد میں لگے رہو۔ دعا کا سلسلہ ہر وقت جاری رکھو۔ اپنی نماز میں جہاں جہاں رکوع وسجود میں دعا کا موقعہ ہے دعا کرو اور غفلت کی نماز کو ترک کر دو۔ رسمی نماز کچھ ثمرات مترتب نہیں لاتی اور نہ وہ قبولیت کے لائق ہے۔ نماز وہی ہے کہ کھڑے ہونے سے سلام پھیرنے کے وقت تک پورے خشوع خضوع اور حضور قلب سے ادا کی جاوے اور عاجزی اور فروتنی اور انکساری اور گریہ وزاری سے اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس طرح سے ادا کی جاوے کہ گویا اس کو دیکھ رہے ہو۔ اگر ایسا نہ ہو سکے تو کم از کم یہ تو ہو کہ وہ تم کو دیکھ رہا ہے۔ اس طرح کمال ادب اور محبت اور خوف سے بھری ہوئی نماز ادا کرو۔

دیکھو یہ زمانہ بے وقت موتوں کا زمانہ آ گیا ہے۔ بھلا پہلے کبھی تم نے اپنے باپ دادا سے بھی سنا ہے کہ اس طرح اچانک موت کا سلسلہ کبھی جاری ہوا ہو۔ رات کو اچھا بھلا کام کاج کرتا اور چلتا پھرتا آدمی سوتا ہے اور صبح کو ایسی نیند میں سویا ہوا ہوتا ہے کہ جس سے جاگنا ہی نہیں۔ اب جس گھر میں یہ موت آئی گھر کا گھر اور گاؤں کا گاؤں اس نے خالی کر دئے۔ ابھی انجام کی خبر نہیں کیا کیا دن آنے ہیں۔ ایک نادان اپنی نادانی کی وجہ سے جب طاعون چند دن کے لئے رک جاتی ہے اور خدا تعالیٰ کسی مصلحت سے اسے بند کرتا ہے وہ کہتا ہے بس اب گئی، اب نہیں آئے گی۔ او میاں! ایسا ہمیشہ ہی ہوا کرتا ہے کہ بیماریاں آتی ہیں چار دن رہ کر چلی جاتی ہیں۔ مگر خدا کی باریک تدابیر سے وہ ناواقف ہیں۔ وہ نہیں جانتے کہ وہ مہلت دیتا ہے کہ بھلا ابھی ان میں کچھ صلاحیت اور تقویٰ اور خوف بھی پیدا ہوا ہے یا نہیں۔

اس طاعون کا پچھلا تجربہ بتاتا ہے کہ ایک ایک دورہ ستّر ستّر سال کا ہوا کرتا ہے۔ اس سے تو جنگل کے جانور نے بھی پناہ مانگی ہے۔ جب انسانوں کو ختم کر چکتی ہے تو جنگل کے حیوانوں اور درندوں کو بھی ختم کر دیتی ہے۔ ایسے وقتوں میں خدا تعالیٰ بچا لیتا ہے ان لوگوں کو جو ان مصائب اور عذابوں کے نازل ہونے سے پہلے اپنے آپ کی اصلاح کرتے اور دوسروں سے عبرت پکڑتے ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کی حفاظت خود کرتا ہے۔ عذابوں اور شدائد کے وقتوں میں، جو آرام اور عیش کے وقت میں اس سے ڈرتے اور پناہ مانگتے ہیں۔ مگر جب عذاب کسی پر نازل ہو جاوے تب توبہ بھی قبول نہیں ہوتی۔

پس اب موقعہ ہے کہ تم خدا تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو درست کر لو اور اس کے فرائض کی بجا آوری میں کمی نہ کرو۔ خلق اللہ سے کبھی بھی خیانت، ظلم، بدخلقی، تُرش رُوئی، ایذا دہی سے پیش نہ آؤ۔ کسی کی حق تلفی نہ کرو کیونکہ ان چیزوں کے بدلے بھی خدا تعالیٰ مواخذہ کرے گا۔ جس طرح خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی، اس کی عظمت، توحید اور جلال کے خلاف کرنے اور اس سے شرک کرنا گناہ ہیں اسی طرح اس کی خَلق سے ظلم کرنا۔ ان کی حق تلفیاں نہ کرو۔ زبان یا ہاتھ سے دُکھ یا کسی قسم کی گالی گلوچ دینا بھی گناہ ہیں۔ پس تم دونوں طرح کے گناہوں سے پاک بنو اور نیکی کو بدی سے خلط ملط نہ کرو''۔

(ملفوظات جلد سوم صفحہ 176-177 جدید ایڈیشن)

فرمودات سیّدنا حضرت خلیفة المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

''پھر قرآن کریم کی تلاوت ہے، قرآن کریم کا پڑھنا، پڑھانا، یہ انصار اللہ کی ذمہ داری ہے۔ اس بارہ میں خطبے میں مَیں تفصیل سے بتا چکا ہوں۔ دو سال پہلے آپ نے اس کا پروگرام بھی بنایا تھا۔ پروگرام تو بڑا اچھا بنا تھا مجھے نہیں پتہ کس حد تک اس پر عمل ہو رہا ہے۔ انٹرنیٹ کے ذریعہ سے بھی قرآن کریم پڑھانے کا ایک نظام ایک سال پہلے یا چند مہینے پہلے سابق صدر صاحب کے دور میں شروع کروایا تھا وہ بھی جاری رہنا چاہئے لیکن اس میں بھی جو شرکت ہے وہ بہت کم ہے۔ اس سے بہت بہتر ہو سکتا ہے۔ پھر اس کے علاوہ آمنے سامنے بیٹھ کے جو کلاسیں لگتی ہیں وہ مجالس میں لگنی چاہئیں۔ گھروں میں لگنی چاہیں۔ پھر آپ انصار میں سے بہت سارے ایسے ہیں جو اردو پڑھنا جانتے ہیں۔ حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کے اقتباسات کا درس اگر گھروں میں دینا شروع کر دیں تو آپ لوگوں کے بچوں کو پتہ لگے کہ حضرت مسیح موعودؑ کی تعلیم کیا تھی۔ کیا روح وہ ہم میں پیدا کرنا چاہتے تھے اور کس طرح ہم نے اپنی آئندہ نسلوں کی تربیت کرنی ہے۔ ایک تو مسجد میں درس ہوتا ہے یا نماز سنٹر میں درس ہوتا ہے، لیکن بہت سے ایسے ہیں جو فاصلے کی وجہ سے نہیں جا سکتے یا باقاعدگی سے نہیں جا سکتے تو اگر پانچ سات منٹ کا درس کا یہ نظام گھروں میں شروع ہو جائے تو جو اردو پڑھنا نہیں جانتے، انگلش پڑھنے والے ہیں، ان کے لئے Essence of Islam سے ایک پیرا یا چند لائنیں اپنے اپنے گھروں میں درس دیں۔ اقتباسات پڑھ کر سنائیں۔ مختلف عنوانات کے تحت پڑھ کر سنائیں تو اس سے ان میں ایک شوق پیدا ہوگا۔ گزشتہ دنوں لجنہ کی میٹنگ تھی تو اس میں ان کی سیکریٹری تربیت نے سوال اٹھایا کہ ہم جو پروگرام بناتے ہیں تو کیا ہم اپنے پروگراموں میں انصار اللہ کو شامل کر سکتے ہیں۔ مَیں نے کہا اگر اس طرح ہو جائے تو تمام پروگرام ایک ہی رُخ اختیار کریں گے۔ یہ سارا دھارا ایک طرف کو بہہ رہا ہوگا اور اس سے پھر زیادہ اثر قائم ہوگا۔ لجنہ کی طرف سے اگر نمازوں اور قرآن کریم کی تعلیم کی یا درس کی سکیم بنتی ہے تو انصار کی طرف سے بھی بن جائے اور خدام کی طرف سے بھی بن جائے تو اس سے پھر اثر زیادہ ہوگا۔ ان کو تو میں نے یہی کہا تھا کہ بڑی اچھی تجویز ہے۔ صدر انصار اللہ اور صدر خدام الاحمدیہ سے مل کر پروگرام بنالیں بشرطیکہ لجنہ اور انصار اور خدام کے تعلقات اچھے ہوں۔ یہ تو آپ کی مقامی زعامتوں پر Depend کرتا ہے کیونکہ بعض دفعہ ایسا بھی ہو جاتا ہے، شکایت آتی ہیں کہ لجنہ کا پرگرام ہے انصار تعاون نہیں کر رہے۔ اپنی گھر کی عورتوں کو، بچیوں کو روک دیتے ہیں کہ تم نے نہیں جانا۔ تو یہ چیزیں بہت ضروری ہیں۔ ہر ایک کو اُن کو اپنے سامنے رکھنا چاہئے۔

پھر آپس کے تعلقات ہیں۔ ابھی یہاں (رپورٹ میں) حقوق اللہ اور حقوق العباد کی ادائیگی کی طرف توجہ دلانے کا ذکر ہوا۔ اب توجہ دلانے سے تو مسئلہ حل نہیں ہو جائے گا۔ اس توجہ دلانے کا فائدہ تب ہوگا جب آپ لوگ یہ مصمم ارادہ کر لیں، یہ پکا ارادہ کر لیں، اس بات کا فیصلہ کر کے اٹھیں کہ ہم نے ان باتوں پر عمل کرنا ہے۔ باتیں تو بہت ساری ہیں۔ تربیتی خطبات ہیں جو میں مستقل دے رہا ہوں لیکن اس کا نتیجہ بہت کم نکلتا ہے۔ اس لئے بعض عہدیداران کے متعلق بھی شکایات آتی ہیں کہ ان کے اپنے عمل ایسے نہیں یا کم از کم دوسروں پر ان کا اثر ایسا ہے جس کی وجہ سے بات ماننے کو تیار نہیں، یا ان کا اپنے سے بالا افسر کے ساتھ رویہ ایسا ہے جو دوسرے ماتحتوں کو پتہ لگتا ہے تو وہ بھی اس کے ساتھ ایسا سلوک کرتے ہیں تو یہ ساری باتیں مدنظر رہنی چاہئیں۔ اگر آپ نے کام لینا ہے اور حقیقی انصار بن کر دکھانا ہے تو پہلے اپنے اندر تبدیلیاں پیدا کریں۔ پہلے اپنی نمازوں کی حفاظت کریں۔ بہت سارے اس عمر میں اپنی فرض نمازوں کے علاوہ نوافل کی طرف بھی توجہ دیں۔ قرآن کریم کے پڑھنے کی طرف توجہ دیں۔ ایک احمدی کا خاص طور پر احمدی عہدے دار کا ہر فعل ایک معیاری فعل ہونا چاہئے۔ اس کا اپنا رویہ اپنے گھر میں، اپنے ماحول میں، اپنے ماتحتوں کے ساتھ، اپنے افسران عہدیداران کے ساتھ ایسا ہونا چاہئے جو ایک مثال ہو۔ یہ 386 انصار جو تمام ملک کی انصار اللہ میں سے اکٹھے ہو کر آئے ہیں، جمع ہوئے ہیں، آپ لوگ کریم (Cream) ہیں۔ تلچھٹ نہیں ہے جس کو اٹھا کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ ضائع کرنے والی چیز نہیں ہیں۔ اگر یہ کریم اپنے اندر ایک تبدیلی پیدا کرے، ایسی تبدیلی جو ہر ایک کو نظر آئے تو تبھی انقلاب بھی پیدا ہو سکتا ہے۔ تبھی آپ کے گھروں کے سکون بھی قائم ہو سکتے ہیں۔ آپ کے گھروں کی تربیت بھی ہو سکتی ہے اور اس ماحول کی تربیت ہو سکتی ہے جس میں آپ رہتے ہیں۔ آپ کی مجلس کے قدم ترقی کی طرف بڑھ سکتے ہیں اور پھر من حیث الجماعت، جماعت کے قدم ترقی کی طرف بڑھتے ہیں۔ تو جماعتی نظام کا ہر چھوٹے سے چھوٹا جو یونٹ ہے اس کو اپنی ذمہ داری کو سمجھنا چاہئے۔ ورنہ لائحہ عمل ہے، دستور اساسی ہے آپ کے گھر میں موجود ہے آپ پڑھ کے اسے دیکھ سکتے ہیں۔ کوئی سوال اٹھتے ہیں تو آپ لکھ کے صدر صاحب سے پوچھ سکتے ہیں۔ ریفریشر کورس پہ جمع ہونے کا مقصد یہ ہے کہ ہم یہاں ایک عہد باندھنے کے لئے اکٹھے ہوئے ہیں کہ یہ ہماری ذمہ داریاں ہیں، ان کو ہم نے پورا کرنا ہے۔ اور ہمارے سے جو کمیاں، کمزوریاں اب تک ہو چکی ہیں ان کو ہم نے اپنے اندر سے دور کرنا ہے۔ اس مقصد کے ساتھ آپ لوگ یہاں آئے ہیں اور یہاں سے جا رہے ہیں تو پھر تو اس ریفریشر کورس کا کوئی فائدہ ہے۔ ورنہ تو آئے بیٹھے اور آمدن، نشستن، برخاستن اور کل جو دعوت ہوگئی تو خوردن بھی بیچ میں ہو گیا۔ اگر یہی کچھ اب تک ہوا تو اس کا فائدہ کوئی نہیں ہے۔ اس سوچ کے ساتھ امید ہے آپ لوگوں نے جو ریفریشر کورس کیا ہے اس کے مطابق عمل کرنے کی کوشش کریں گے۔ آپ اپنے آپ کو حقیقی انصار اللہ ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ اور جماعت کے لئے ایک مفید وجود بننے کی کوشش کریں گے۔ اپنے گھروں کی نگرانی کا حق ادا کرنے کی کوشش کریں گے''۔

(خطاب ریفریشر کورس انصار اللہ یو کے، بیت الفتوح، 20 دسمبر 2007ء)

خطاب سیّدنا حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

بر موقعہ اختتامی اجلاس، سالانہ اجتماع مجلس انصار اللہ۔ یوکے

(26/اکتوبر 2008۔ بمقام اسلام آباد، یوکے)

الحمدللہ کہ آج آپ کا، انصاراللہ کا اجتماع اختتام کو پہنچ رہا ہے۔ صدر صاحب انصار اللہ کو کافی فکر تھی۔ میرے خیال میں انہوں نے رپورٹوں میں اظہار بھی کیا اور کچھ انصار کی طرف سے اس قسم کا اظہار بھی تھا کہ اسلام آباد میں ٹھنڈا موسم ہونے کی وجہ سے شاید ہم نہ آسکیں لیکن اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس سال بھی کافی بہتر حاضری ہے۔ اس سال خلافت جوبلی کے حوالہ سے ہر فنکشن جو جماعت میں ہو رہا ہے، چاہے وہ ذیلی تنظیموں کے فنکشن ہیں یا جماعتی فنکشن ہیں، خاص طور پر بڑے اہتمام سے منعقد کرنے کی کوشش کی جارہی ہے اور حتی الوسع اور ہر ایک کی خواہش ہے کہ اس میں مَیں بھی شامل ہوں۔ گزشتہ سال کسی وجہ سے میں شامل نہیں ہوسکا تھا۔ اس سال بھی جو پہلی تاریخیں دس اکتوبر کی رکھی گئی تھیں ان میں مَیں سفر کی وجہ سے شامل نہیں ہوسکتا تھا تو اس لحاظ سے میں نے صدر صاحب انصاراللہ کو معذرت کردی تھی کہ اجتماع کر لیں لیکن پھر عاملہ نے فیصلہ کیا کہ تاریخیں آگے کر دی جائیں۔ گو موسم ان دنوں میں مزید ٹھنڈا ہو گیا ہے لیکن بہرحال جب انہوں نے آگے کیا تو اس کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا کہ میں شامل ہوتا کیونکہ بہانہ کوئی نہ رہا تھا۔ بہرحال دس اکتوبر کو جو شروع ہونا تھا اور بارہ کو اختتام، اس میں بھی نہ شامل ہونے کا بہانہ نہیں تھا ایک مجبوری تھی کہ فرانس کی مسجد کے افتتاح کے لئے انہیں تاریخیں دے چکا تھا اور جیسا کہ سب لوگوں نے دیکھا کہ فرانس کی مسجد کا افتتاح بڑی تاریخی اہمیت کا حامل تھا اور اُس کی وجہ سے فرانکوفون ممالک میں اور دنیا کے بہت سارے ممالک میں احمدیت کو بہت تعارف حاصل ہوا ہے۔ اس لحاظ سے بہرحال اس کی اپنی اہمیت تھی اُس کو چھوڑا نہیں جاسکتا تھا۔

اگر انصاراللہ کی صرف یہ خواہش ہے کہ میں اُس میں شامل ہوں اس لئے کہ ان کے پروگرام زیادہ ہائی لائٹ ہوجاتے ہیں، ایم ٹی اے پر دکھائے جاتے ہیں اور اس کی اہمیت بڑھ جاتی ہے تو بالکل بے فائدہ ہے لیکن اگر اس لئے ہے کہ ہم انصاراللہ ہیں اور کوئی موقعہ ہاتھ سے جانے نہیں دینا چاہتے جس میں اخلاص اور وفا کا اظہار ہوتا ہو تو پھر واقعی آپ کا یہ تاریخیں تبدیل کرنا اور سارا اجتماع ان تاریخوں میں منتقل کرنا قابلِ ستائش ہے۔ بس اصل اصول یہ ہے اور اس کو پکڑے رکھیں کہ اخلاص، وفا، اطاعت اور کامل فرمانبرداری دکھاتے ہوئے انصار اللہ نے آگے بڑھتے چلے جانا ہے۔

اس مضمون پر میں پہلے بھی بیلجیم میں اور یہاں بھی روشنی ڈال چکا ہوں۔ تاریخ ہمیں جن انصاراللہ کا بتاتی ہے وہ یسوع مسیح کے حواری تھے اور انہوں نے حواریوں سے پوچھا کہ کون ہوں گے میرے مددگار تو حواریوں نے جواب دیا کہ نحن انصاراللہ۔ حواری کا کیا مطلب ہے؟ کیا حواری وہ تھے جو اس وقت فوری طور پر ایمان لائے تھے اور یہ کافی ہو گیا۔ وہ جو حضرت مسیح کو اچھا سمجھنے والے تھے یا صرف وہ جو کہتے تھے کہ ہم آپ پر ایمان لے آئے۔ باقی عمل کی کوئی ضرورت نہیں۔ یہ کافی ہو گیا۔ اگر اس کے گہرے مطالب دیکھے جائیں تو حواری وہ لوگ ہیں کہ جن سے قربانیاں مانگی جارہی ہیں۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ جو مکمل طور پر دین کو اپنے اوپر لاگو کرنے کا وعدہ کرنے والے ہوں۔ اس کا یہ مطلب ہے کہ وہ لوگ جو دین کی اشاعت میں مددگار بننے والے ہوں۔ اور ایک اس کا یہ مطلب ہے کہ ایسے لوگ جو اپنے پاک نمونے قائم کرنے والے ہوں۔ اس کا ایک مطلب یہ ہے کہ انتہائی قابلِ اعتماد ساتھی بننے کا عہد کرنے والے ہوں۔ اور پھر یہ کہ اس حد تک وفادار اور ایماندار ہوں کہ کوئی چیز ان کی وفا اور ایمان کے آڑے نہ آئے۔ اور اس وجہ سے پھر وہ بہترین مشیر بننے والے ہوں، مشورے دینے والے ہوں اور پھر یہ کہ دوستی کا حق نبھانے والے دوست ہوں۔ یہ نہیں کہ منہ سے کہہ دیا کہ ہم دوست ہیں اور جب وقت آئے تو دوست کو چھوڑ کر چلے جائیں۔ پھر یہ کہ ان میں ایسا رشتہ ہونا چاہئے کہ جو تمام رشتوں پر حاوی ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنے عہدِ بیعت میں جو شرائط رکھی ہیں اُن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ میرے سے جو تعلق ہے وفا اور اطاعت کا، وفاداری، فرمانبرداری اور خلوص کا، وہ سب رشتوں سے بڑھ کر ہوگا۔ یہ عہد آپ نے قبول کیا ہے اور یہ عہد آپ بھی انصار کے اجتماع میں بھی دہراتے رہتے ہیں، گو ان الفاظ میں نہیں، لیکن خلاصہ یہی ہے کہ ہم ہر قربانی کے لئے تیار رہیں گے تو اس لحاظ سے اپنے جائزے

لینے کی ضرورت ہے کہ کیا ہم ایسے حواری ہیں جو ان شرائط پر پورا اترتے ہیں؟ اور پھر اگر ہوں گے تو پھر انصار اللہ کہلانے کے حق دار کہلائیں گے۔ پس حواری ہونے کی اور اس کے نتیجہ میں انصار اللہ ہونے کی یہ وضاحت اور مطلب ہے۔

اگر ہم نے انصار اللہ ہونے کا دعویٰ کیا ہے تو یہ کام کر کے دکھانے ہوں گے۔ ہر قربانی کے لئے تیار ہونا ہو گا۔ اپنی اناؤں کو چھوڑنا ہو گا۔ اپنی سوچوں کو بدلنا ہو گا۔ اپنے آپ کو کامل طور پر اس تعلیم کے مطابق ڈھالنا ہو گا جو اس زمانے میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بیان فرمائی ہے۔ صرف منہ سے یہ کہہ دینا کہ ہم ایمان لے آئے اور ہم حواریوں میں داخل ہو گئے کہ ہم انصار اللہ ہیں کافی نہیں۔ تو یہ توقعات حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ان حواریوں سے کیں تھیں اور انہوں نے انہیں پورا کرنے کی کوشش کی، گو وہ پوری طرح نہیں کر سکے۔ لیکن مسیح محمدی کے جو حواری ہیں وہ جو نعرہ لگاتے ہیں کہ نحن انصار اللہ تو ان کا یہ کام ہے کہ کامل طور پر کامل الایمان ہو کر، کامل طور پر وفا شعار ہو کر، کامل طور پر اطاعت گذار ہو کر اپنے آپ کو ایسے حواری بنا کر دکھائیں جو واقعی طور پر انصار اللہ ہوں اور اس کو سچ کر کے دکھائیں۔

پھر آنحضرت ﷺ کے انصار تھے۔ انہوں نے قربانیاں دکھائیں۔ جب آنحضرت ﷺ مدینہ تشریف نہیں لائے تھے اُس وقت بالکل اور سوچ تھی، جب آپ مدینہ تشریف لے آئے، جب ایمان میں ترقی کرنے لگے، جب آنحضرت ﷺ کی قوتِ قدسی نے کام دکھایا، تو وہی لوگ جو کچھ شرائط کے ساتھ آپؐ کی حفاظت کرنے کو تیار تھے آپؐ کے دائیں لڑنے پر بھی تیار ہو گئے، آپؐ کے بائیں لڑنے پر بھی تیار ہو گئے، آپؐ کے آگے لڑنے کو بھی تیار ہو گئے اور آپؐ کے پیچھے لڑنے کو بھی تیار ہو گئے۔ اور یہ اعلان کیا کہ دشمن آپ تک نہیں پہنچ سکتا جب تک ہماری لاشوں کو نہ روند دے۔ یہ تھے وہ انصار اللہ۔ پھر یہی نہیں کہ صرف آنحضرت ﷺ کی بیعت میں شامل ہو کے مسلمان ہو گئے۔ وہ نہ صرف آنحضرت ﷺ کے لئے اپنی جان تک قربان کرنے کے لئے تیار ہو گئے بلکہ ایمان میں بڑھے تو صرف آپؐ کی حفاظت کے لئے تیار تھے یا اسلام کی خاطر جنگیں لڑنی پڑیں تو تیار ہو گئے بلکہ ہجرت کرنے والے صحابہ جو آپؐ کے ساتھ مدینہ آئے تھے ان کے لئے بھی ہر قسم کی قربانی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ اُن کو اپنے مال میں سے حصّہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان کو اپنی بیویوں میں سے حصّہ دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ ان کو جو مدد جائز طور پر میسر ہو سکتی تھی دینے کے لئے تیار ہو گئے۔ تو یہ تھے وہ انصار اللہ۔ اور پھر ایمان میں اس قدر ترقی کی کہ اسلام اور ایمان کی خاطر باپ بیٹے کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گیا۔ بیٹا باپ کو قتل کرنے کے لئے تیار ہو گیا، بغیر کسی تردد کے، بغیر کسی سوچ کے یہ اعلان کیا کہ ایک دفعہ ہم نے بیعت کر لی، ایک دفعہ مسلمان ہو گئے، ہمارے ایمان میں ترقی ہو گئی تو اب ہماری سوچ ہو نہیں سکتی کہ ہم اسلام کی خاطر کوئی بھی شخص جو اسلام کا دشمن ہے، یا آنحضرت ﷺ کا دشمن ہے اس کو برداشت کر سکیں۔ اسلام کی تاریخ میں واقعہ آتا ہے عبداللہ بن اُبی ابن سلول کا، قرآن کریم نے بھی اس کا تذکرہ فرمایا ہے۔ وہی شخص جس نے آنحضرت ﷺ کو نعوذ باللہ شہر کا ذلیل آدمی کہا تھا۔ صحابہ سخت غصہ میں آ گئے اور اس کے بیٹے کو بھی خبر پہنچی تو اس کے بیٹے نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ میرے باپ نے یہ الفاظ کہے ہیں اور آپ کی ہتک کی ہے اور نہایت ذلیل الفاظ استعمال کئے ہیں اور ہو سکتا ہے کہ اس کے لئے آپؐ سزا کا اور قتل کا فیصلہ فرمائیں اور یہ جائز ہو گا اور مجھے اس پر کوئی اعتراض نہیں لیکن اگر میرا باپ کسی اور کے ذریعہ قتل ہوتا ہے تو ہو سکتا ہے کہ کسی وقت میرے دل میں خیال آ جائے کہ فلاں شخص نے میرے باپ کو قتل کیا تھا اور رشتہ کے تعلق کا احساس بھڑک اٹھے اور میں بدلے کے لئے تیار ہو جاؤں۔ (عربوں میں اس زمانہ میں لوگ بدلہ لینے کے لئے ہر وقت تیار بیٹھے ہوتے تھے)۔ تو آپؐ مجھے حکم دیں کہ میں اپنے باپ کی گردن اڑا دوں۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ کوئی ایسی بات نہیں ہے۔ کوئی سزا نہیں دینے والا۔ لیکن جب وہ مدینہ میں داخل ہو رہے تھے تو اُس نے اپنے باپ کو روک لیا کہ تم اس شہر میں داخل نہیں ہو سکتے جب تک یہ اعلان نہ کرو کہ میں اس شہر کا ذلیل ترین آدمی ہوں اور آنحضرت ﷺ معزز ترین انسان ہیں۔ یہ الفاظ کہلوائے اور پھر اسے جانے دیا ورنہ یہ اعلان کیا کہ میں اس کی گردن اڑا دوں گا۔ تو یہ وہ لوگ تھے جو انصار بنے اور انصار ہونے کا حق ادا کر دیا۔

یہ ہے ایمان جس کا آج ہم سے مطالبہ کیا جا رہا ہے۔ مگر کسی کی گردن اڑانے کے لئے نہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی بعثت کے بعد تو دین کے نام پر تلوار اٹھانا بند ہو گیا ہے۔ یضع الحرب والی حدیث تو واضح ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اس کا ذکر فرمایا ہے۔ لیکن جو جہاد ہے جس کے لئے ہمیں بلایا جا رہا ہے وہ نفس کا جہاد ہے، اپنی حالتوں کو درست کرنے کا جہاد ہے۔ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کا جہاد ہے، اپنے اندر اور اپنے خاندان میں قرآنی تعلیم کو لاگو کرنے کا جہاد ہے۔ اللہ تعالیٰ کے پیغام کو تبلیغ کے ذریعہ سے لوگوں تک پہنچانے کا نام جہاد ہے۔ یہ وہ کام ہیں جو اس زمانہ میں ہم نے کرنے ہیں اور اس کے لئے انصار اللہ صفِ اوّل کے مجاہدین ہونے چاہئیں کیونکہ انہوں نے نعرہ لگایا ہے نحن انصار اللہ۔ پس آپ کا نام انصار اللہ رکھنے میں یہ حکمت ہے کہ چالیس سال کے بعد یہ نہ سمجھیں کہ ہم اب بوڑھے ہو گئے ہیں۔ اب

ہماری ذمہ داریاں ختم ہوگئی ہیں۔ ذمہ داریاں پہلے سے بڑھ گئی ہیں۔ پہلے تو آپ ایک خادم تھے۔ خادم کو ایک حکم دیا جاتا ہے کہ یہ کرو یا فلاں کام کرو۔ اس نے فلاں کام کرنا ہے۔ وہاں چلے جاؤ۔ وہی کام کرتا رہے گا۔ لیکن آپ لوگ اب اگلی منزل پر قدم رکھ چکے ہیں۔ انصاراللہ کہلانے والے ہیں تا کہ ہر معاملہ میں آپ خود آگے بڑھ کر دین کے مددگار بننے والے ہوں۔ پس یہ چیز آپ کو بن کے دکھانی ہے۔

اللہ تعالیٰ کے دین کی اشاعت کے لئے ہر دم تیار رہنا ہے۔ انصار اللہ کے جو تبلیغی پروگرام ہیں سب سے بڑھ کر مؤثر ہونے چاہئیں۔ پس اس طرف خاص طور پر توجہ دیں۔ آگے یہ کہ جب آپ نے نحن انصاراللہ کہا تو تعاونِ باہمی جو ہے، تعلقات جو ہیں، اس میں آپ کے رویّے اعلیٰ معیار رکھنے والے ہونے چاہئیں۔ پھر یہ کہا جا سکتا ہے کہ آپ نے اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کی ہیں اور اس لئے پیدا کی ہیں کہ ان تبدیلیوں کی وجہ سے اسلام کی صحیح اور خوبصورت تصویر دنیا کے سامنے پیش کر سکیں۔ جب یہ حالت ہوگی تو پھر ہی آپ انصاراللہ کہلائیں گے اور تبھی آپ سچے مومن کہلائیں گے۔ آپ نے ایسے نمونے قائم کرتے ہوئے، جیسا کہ میں نے پہلے بھی کہا، خدام الاحمدیہ کو بھی اپنے اوپر چلانے کی کوشش کرنی ہے، وہ آپ کے بچے ہیں۔ اطفال کو بھی اوپر چلانے کی کوشش کرنی ہے۔ لجنہ کے لئے بھی وہ نمونے قائم کرنے ہیں۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے ایک جگہ فرمایا ہے کہ عورت سب سے زیادہ اپنے خاوند کی رازدار ہوتی ہے۔ اس لئے اس کے سامنے بہترین نمونے پیدا کرو تا کہ اس کی تربیت ہو۔ جب اس کی تربیت ہوگی تو آپ کی اولاد کی تربیت ہوگی۔ جب آپ کی اولاد کی تربیت ہوگی تو آئندہ نسلوں کی تربیت ہو رہی ہوگی۔ اور جب آئندہ نسلوں کی تربیت ہو رہی ہوگی تو ہم آئندہ ایسی قوم کی تربیت کر رہے ہوں گے جس نے ساری دنیا میں اسلام کا جھنڈا لہرانا ہے۔ یہ تسلسل سے کئے جانے والا کام ہے۔ جس کی ذمہ داری انصاراللہ پر سب سے بڑھ کر ہے۔ پس ہمیشہ اس بات کا خیال رکھیں کہ یہ ذمہ داریاں ہیں جو آپ نے نبھانی ہیں۔ سچے مومن کی نشانی بھی یہی ہے، جیسا کہ میں نے کہا، مومن جب عہد کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ منہ نہیں پھیرتا۔ اگر پھیرے تو انصاراللہ ہونے کا یا مومن ہونے کا دعویٰ ہی فضول ہے۔ جو منہ پھیرنے والے لوگ ہیں ایسے لوگوں کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں فرمایا ہے: یَّعْبُدُ اللّٰہَ عَلٰی حَرْفٍ (سورۃ الحج آیت 12) یہ اللہ تعالیٰ کی سرسری عبادت کرنے والے ہیں۔ منہ سے کہہ دیا کہ ہم عبادت کرنے والے ہیں، ہم مدد کرنے والے ہیں لیکن حقیقت میں یہ لوگ نہیں ہیں، ان کے دلوں میں کچھ اور ہے، ان کا ایمان کامل نہیں ہے۔ پس بڑے خوف کا مقام ہے۔

ہماری عمر بڑھ نہیں رہی، عمر کم ہو رہی ہے۔ آخری وقت قریب آ رہا ہے جس کے لئے ہمیں تیاری کرنی چاہئے۔ پس اپنے ایمان کو کامل کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنے وعدہ کو پورا کرنے کی ضرورت ہے تا کہ اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کے وارث بن سکیں۔ پھر مومن کو اگر ابتلاء آئے تو منہ نہیں پھیر لیتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ابتلاء میں بھی مومن وہ ہیں جو کامل اطاعت اور فرمانبرداری سے حصّہ لینے والے ہیں۔ یہ نہیں کہ جب بھلائی پہنچے تو خوش ہو جاتے ہیں اور اپنے ایمان کے دعوے بڑھ بڑھ کر کرنے لگ جاتے ہیں۔ پس دنیا و آخرت سنوارنے کے لئے انصار ہونے کا حق ادا کرنے کے لئے یہ ضروری ہے کہ اپنے جائزے لیتے رہیں۔ اپنی حالتوں کے جائزے لیتے رہیں۔ اپنے گھروں میں اپنی اولادوں کے جائزے لیتے رہیں۔ اپنی بیوی بچوں کی طرف توجہ دیں۔ پھر دنیا کمانا اور دنیا میں آکر دنیا میں غرق ہو جانا تو کام نہیں کہ پھر دعویٰ یہ کرنا کہ ہم انصاراللہ ہیں۔ پس یہ بہت بڑی ذمہ داری ہے جو اس زمانے میں آپ پر ڈالی گئی ہے اور آپ نے وعدہ کیا ہے کہ ہم اس ذمہ داری کو نبھائیں گے۔ بڑی عمر میں انسان آتا ہے تو انصار میں داخل ہوتا ہے۔ اس کی دو صفیں بنائی گئی ہیں، صفِ اوّل اور صفِ دوم۔ لیکن بڑی عمر میں جس طرح عمر بڑھتی چلی جاتی ہے انسان کی طبیعت میں نرمی بھی آ جاتی ہے اور اس نرمی کی وجہ سے کمزوری آ جاتی ہے اور ایسی حالت میں پھر بعض دفعہ اولاد ابتلاء بن جاتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہاری اولاد اس عمر میں ابتلاء نہیں بننی چاہئے۔ اس طرح دنیا کمانے کی طرف توجہ پیدا ہو جاتی ہے۔ دنیا کمانے کا بہترین حصہ جو تجربہ کے لحاظ سے بھی ہے اور ویسے بھی، وہ تو انصاراللہ کی عمر کا ہے۔ اگر اس کا جائزہ لیں تو جتنی عمر خدام الاحمدیہ کے کمانے کی ہے ایک خادم پچیس اگر صحیح عمر پہ کام پر لگ جاتا ہے لیکن تجربہ کے لحاظ سے اور کمانے کے معراج تک پہنچنے کے لحاظ سے، چالیس سال سے لے کر 65 سال تک انصاراللہ کی عمر اس سے زیادہ بنتی ہے۔ جب وہ پیشے کے لحاظ سے بھی اوپر پہنچ چکا ہوتا ہے، اپنی تنخواہ کے لحاظ سے بھی جو اس کی Ceiling ہوتی ہے، اس تک پہنچ چکا ہوتا ہے۔ کام کے لحاظ سے بھی اور عمر کے لحاظ سے بھی انصاراللہ کی عمر ایسی ہے جو بہرحال جس طرف بھی اس کو لے کر جاتی ہے، جوں جوں اس کا تجربہ بڑھتا ہے، اس کی آمد بڑھتی ہے اور پھر طبیعت میں کمزوری پیدا ہوتی ہے۔ اپنے بچوں کا خیال آتا ہے، پھر مال کمانے کی طرف مزید توجہ پیدا ہوتی ہے۔ اور پھر توجہ صرف مال کی طرف رہ جاتی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو بھول جاتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنے ہیں اور اس کے بندوں کے حقوق بھی ادا کرنے ہیں۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہاری اولادیں اور تمہارے مال تمہارے لئے ابتلاء نہ بن جائیں۔

بڑی عمر میں اولاد کی خاطر مال جمع کرتا ہے۔ ایک یہ وجہ بن جاتی ہے کہ اولاد کی خواہشات کی خاطر کمزوریاں دکھاتا ہے۔ آہستہ آہستہ جوں جوں اس کی اہمیت بڑھتی ہے اور تجربہ بڑھتا ہے، ایک انسان کی مانگ بڑھتی ہے۔ اگر اس میں صحیح ایمان نہ ہو تو دنیا دار بن جاتا ہے اور دنیا کمانے کی طرف رجحان بڑھتا چلا جاتا ہے۔ بہتر پوزیشن حاصل کرنے کی طرف رجحان بڑھ جاتا ہے۔ بہتر تنخواہ حاصل کرنے کی طرف رجحان بڑھ جاتا ہے۔ اس کی دوسری صورتیں بھی ہو سکتی ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا پھر اولاد اور مال کے جو ابتلاء ہیں ان سے بچو یہ تمہارے لئے فتنہ ہیں اِنَّمَآ اَمْوَالُکُم وَ اَوْلَادُکُمْ فِتْنَہ۔ پس اس طرف بھی انصار اللہ کو توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

بعض دفعہ ایسی بھی صورتیں ہو جاتی ہیں کہ جماعتی نظام اولاد کی تربیت کے لئے اگر کوئی ایکشن لیتا ہے تو بعض لوگ انا کا مسئلہ بنا لیتے ہیں کہ جماعت نے غلط کیا ہے۔ اپنے بچوں کی خواہشات کے پیچھے چل پڑتے ہیں تو اس لحاظ سے بھی بہت زیادہ گہرائی میں جا کر جائزے لینے کی ضرورت ہے۔ اس زمانے میں اور ان ملکوں میں رہ کر بچوں سے لاڈ کر کے ان کی بھلائی اور بہتری کے سامان نہیں کر رہے ہوتے بلکہ ان کو تباہی کی طرف لے جا رہے ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ نہ دین کے رہتے ہیں نہ دنیا کے۔ پس انصار اللہ پر یہ ذمہ داری بہت بڑی ہے۔ اس کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔

پھر یہ کہ انصار اللہ کو عبادت کا حق ادا کرنے والا ہونا چاہئے۔ جو عبادت کا حق ادا نہیں کرتے جو ایک انتہائی ضروری اور اہم چیز ہے اس کے لئے انسان کی پیدائش کی گئی۔ انسان کی پیدائش کا مقصد ہی عبادت ہے۔ وہ پھر انصار اللہ کیسے کہلا سکتے ہیں؟ جو مقصد میں نے ابھی حواری ہونے کے اور اس حوالہ سے انصار اللہ بننے کے بتائے ہیں تو پھر کیا ایسے لوگ حواری کہلانے کے مستحق ہیں؟ صحیح اور پکے مومن کہلانے کے مستحق ہیں؟۔ ایسے لوگ تو نہیں ہو سکتے اور نہ ہی ایسے لوگ انصار اللہ کہلا سکتے ہیں۔ انصار اللہ کی عبادتیں کیسی ہونی چاہئیں؟ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں کہ'' عبادت اصل میں اس کو کہتے ہیں کہ انسان ہر قسم کی قساوت، کجی کو دور کر کے دل کی زمین کو ایسا صاف بنا دے جیسے زمیندار زمین کو صاف کرتا ہے۔ عرب کہتے ہیں مَعْوْرٌ مُّعَبَّدٌ جیسے سرمہ کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنا لیتے ہیں اسی طرح جب دل کی زمین میں کوئی کنکر، پتھر، ناہمواری نہ رہے اور ایسی صاف ہو کہ گویا روح ہی روح ہو۔ اس کا نام عبادت ہے۔ چنانچہ اگر یہ درستی اور صفائی آئینہ کی کی جاوے تو اس میں شکل نظر آ جاتی ہے۔ اور اگر زمین کی جاوے تو اس میں انواع واقسام کے پھل پیدا ہو جاتے ہیں۔ پس انسان جو عبادت کے لئے پیدا کیا گیا ہے، اگر دل صاف کرے اور اس میں کسی قسم کی کجی اور ناہمواری، کنکر، پتھر نہ رہنے دے تو اس میں خدا نظر آئے گا۔

'' فرمایا'' میں پھر کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کے درخت اس میں پیدا ہو کر نشوونما پائیں گے اور وہ اثمار شیریں وطیّب اس میں لگیں گے جو اُکُلُهَا دَآئِمٌ (سورۃ الرعد آیت 36) کے مصداق ہوں گے'' (ملفوظات جلد اوّل صفحہ 347 مطبوعہ ربوہ)۔ یہ چیزیں ہیں جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام ہم سب سے چاہتے ہیں۔ فرمایا کہ جیسے سرمے کو باریک کر کے آنکھوں میں ڈالنے کے قابل بنا لیتے ہیں (آج کل تو سرمہ اتنا استعمال نہیں ہوتا، لیکن بعض ملکوں میں ہوتا بھی ہے) اور سرمہ آنکھوں کے لئے یا تو خوبصورتی کے لئے یا آنکھوں کی بیماری کو دور کرنے کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔ پس جو عبادت کرنے والے ہیں ان کو بھی اپنے معیار اتنے اونچے کرنے چاہئیں کہ عبادتیں ان کی خوبصورتی بھی بن جائیں اور ان کی بصارت اور بصیرت کے لئے، اللہ تعالیٰ کا فہم و ادراک حاصل کروانے کے لئے ہر دم ان کی رہنمائی کرنے والی ہوں۔ ان سے وہ کام کروانے والی ہوں کہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل ہو۔ عبادت وہ ہو کہ خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کیلئے ہو۔ پس یہ ہے جو عبادت کا معیار حضرت مسیح موعود علیہ السلام چاہتے ہیں۔ پھر آپ نے آئینہ کی مثال دی کہ درستی اور صفائی کی جائے تو اس میں شکل نظر آتی ہے تو عبادتیں بھی ایسی ہوں کہ ہماری عبادتوں میں ہمیں خدا نظر آنے لگ جائے۔ ہماری عبادتیں دکھاوے کی عبادتیں نہ ہوں۔ ہمارا مسجد آنا یا اجلاس پہ آنا اللہ تعالیٰ کی رضا کے حصول کے لئے ہو نہ کہ دکھاوے کے لئے اور جب یہ معیار ہم حاصل کر لیں گے تو پھر ہم اپنی بقا کے سامان بھی پیدا کر رہے ہوں گے، اپنے بیوی بچوں کی بقا کے سامان بھی پیدا کر رہے ہوں گے، اپنی نسلوں کی حفاظت بھی کر رہے ہوں گے۔ پس یہ معیار ہم نے حاصل کرنے ہیں۔

پھر فرمایا کہ جو اچھی زمین تیار کی جائے اس میں انواع واقسام کے پھل پیدا ہوتے ہیں۔ تو یہ باتیں ہیں جو ثمر آور ہوں گی اور ایسے پھل لائیں گی جو نہ صرف ہمارے اندر پاک تبدیلی کے معیار پیدا کریں گی بلکہ اس کی وجہ سے ہم اپنے ماحول میں اللہ اور رسول کا پیغام پہنچا کر نیک اور پاک اور سعید روحوں کو اپنی طرف کھینچ رہے ہوں گے اور اپنی اولادوں کی تربیت کر کے ان کو بھی پھلوں سے لاد رہے ہوں گے۔ ان کی بہترین پرورش کر کے ان کی اور اپنے اردگرد کے ماحول میں اور معاشرے میں تبلیغ کے ذریعہ سے بھی پھل حاصل کر رہے ہوں گے اور دنیا کو خدا تعالیٰ کے دامن میں لانے والے ہوں گے۔ اور یہی چیزیں اللہ تعالیٰ کی رضا کا باعث بنتی ہیں۔ پس ایسے باغ لگانے کی ہم نے

کوشش کرنی ہے جو ہمیشہ پھل دار باغ ہوں، جو سدا بہار درخت ہوں جن میں ہمیشہ پھل لگتے رہیں اور کبھی خزاں نہ آنے پائے۔ تو یہ کوششیں بھی ہم نے کرنی ہیں۔ محنت اور اخلاص اور وفا اور عبادتوں کے درخت جب ہم اپنے دلوں میں لگائیں گے تو یہ ہمیں حقیقی انصار اللہ بنائیں گے۔

پس یہ باتیں ہیں جو ہمیں بحیثیت انصار اللہ اپنے اندر پیدا کرنے کی ضرورت ہے ورنہ اللہ تعالیٰ تو نبیوں کی جماعت کے بارہ میں کہہ ہی چکا ہے کہ غالب آئیں گے۔ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ (سورۃ المجادلۃ: آیت 22) کہ لکھی ہوئی بات ہے کہ میں نے اور میرے رسول نے غالب آنا ہی آنا ہے اور کوئی دنیا کی طاقت اس غلبہ کو نہیں روک سکتی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان فرمایا کہ میں نے غالب آنا ہے۔ دوسری طرف یہ اعلان کروایا کہ کون ہیں انصار اللہ جو اللہ کے کاموں میں مددگار بنیں۔ تو کیا اللہ تعالیٰ بندوں کی مدد کے بغیر غالب نہیں آسکتا؟ کیا اللہ تعالیٰ کو غالب آنے کے لئے بندوں کی ضرورت ہے؟ اللہ تعالیٰ غالب آئے گا اور ضرور آئے گا۔ آج بھی جماعت احمدیہ دنیا میں پھیل رہی ہے۔ کسی انسانی کوشش سے نہیں پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ خود فرشتوں کے ذریعہ سعید روحوں کو اس طرف پھیر رہا ہے۔ اور ہمارے آباؤ اجداد میں سے بہت سے ایسے ہیں جو کسی دلیل کے بغیر، کسی علم کے بغیر، صرف اللہ تعالیٰ کے خاص فضل سے احمدیت کی طرف مائل ہوئے۔ ان میں بعض خوابوں کے ذریعہ احمدی ہوئے۔ پس یہ غلبہ تو انشاء اللہ ہو گا لیکن اگر ہم اس میں شامل ہو جائیں گے تو ثواب سے حصہ لینے والے ہوں گے جو اس کام کے صلہ میں ملے گا۔

اللہ تعالیٰ کو اپنی بڑائی کے لئے نہ ہماری عبادتوں کی ضرورت ہے، نہ اپنا پیغام پہنچانے کے لئے ہماری کوششوں کی ضرورت ہے، نہ ہماری مدد کی ضروت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا وَاللّٰهُ غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ (سورۃ یوسف: آیت22) کہ اللہ اپنے فیصلہ پر غالب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب یہ فیصلہ کر لیا کہ وہ اور اس کے رسول غالب آئیں گے تو پھر انصار اللہ کی مدد کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ غالب ہے اپنے فیصلہ میں اور اس کو پورا کرتا ہے۔ یہ تو صاف ظاہر ہے، جیسا کہ میں نے کہا، یہ تو ہماری بہتری کے لئے ہے کہ اللہ تعالیٰ ہمیں پاک کرنے کے لئے یہ فرما رہا ہے۔ ہمیں اس ثواب میں حصہ دار بنانے کے لئے فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں جانتے لیکن میں تمہیں بتاتا ہوں کہ تمہارا ہی فائدہ ہے کہ یہ نیک کام جس کی طرف تمہیں بلایا جا رہا ہے، جس کا اعلان منہ سے کیا ہے، اس کا اپنے نمونوں سے بھی اعلان کرو۔ دلوں میں بٹھاؤ اس کو اور اس کا اظہار کرو۔ یہ تمہارے فائدہ کے لئے ہے۔ اگر تم اس کا فائدہ جانو تو کبھی ذرہ بھر بھی تمہارے دل میں یہ خیال پیدا نہ ہو یا یہ گنجائش نہ رکھو کہ ہم نے دنیا کو دین پر مقدم کرنا ہے بلکہ ہمیشہ دین تمہاری دنیا پر مقدم رہے گا۔ پس یہ سوچیں ہیں جو ہم نے اپنے اندر پیدا کرنی ہیں۔ جو زمین و آسمان کا مالک ہے، جس نے زمین و آسمان کو پیدا کیا ہے، جو نہ اونگھتا ہے نہ سوتا ہے اور نہ تھکتا ہے تو کیا وہ اپنے نبی کی مدد سے تھک جائے گا؟ یہ تو خیال ہی باطل ہے۔ پس ہمیں اپنے جائزے لینے کی بہت زیادہ ضرورت ہے۔ اپنی عبادتوں کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ اپنے اندر پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی ضرورت ہے۔ اپنی اطاعت میں کامل ہونے کی ضرورت ہے۔ اخلاق میں اعلیٰ معیار حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ دعوۃ الی اللہ کی طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے اور پہلے سے بڑھ کر ضرورت ہے۔ اس زمانے میں اللہ تعالیٰ نے جو ہوا چلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ خود بخود دلوں کو پھیر رہا ہے۔ اگر ہماری کوشش سے کسی کا دل پھرتا ہے تو اس کا ثواب ملے گا کیونکہ دعوۃ الی اللہ بڑا کام ہے جس کے ذریعہ غلبہ ہونا ہے۔ اللہ تعالیٰ تو دلوں کو پھیر رہا ہے جن کے دل اللہ تعالیٰ پھیرنا چاہتا ہے، جنہیں ہدایت دینا چاہتا ہے وہ پیغام کے متلاشی ہیں۔ اگر یہ پیغام آپ کے ذریعہ پہنچ جائے تو اس کا ثواب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جو کہا کہ انصار اللہ بنو تو اس کا ایک مطلب یہ بھی ہے کہ دعوۃ الی اللہ کے ذمہ دار بن جاؤ۔ دلوں کو پھیرنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور اس نے اس کا اعلان فرمایا ہوا ہے لیکن جب دلوں کو پھیرنے کی یہ ہوا چل رہی ہے تو اس میں جب تم مددگار بننے کا اعلان کر رہے ہو گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہو رہے ہو گے۔

پس اس طرف خاص توجہ دینے کی ضرورت ہے۔ نیک لوگوں کی، پاک لوگوں کی اللہ تعالیٰ کے مددگاروں کی اور ان لوگوں کی جو دین کو دنیا پر مقدم رکھنے والے ہیں اللہ تعالیٰ نے کیا نشانی بتائی ہے فرمایا وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ (سورۃ آل عمران: آیت105) اور چاہئے کہ تم میں سے ایک جماعت ہو جو بھلائی کی طرف بلاتے رہیں، اچھی باتوں کی تعلیم دیں، بری باتوں سے روکیں اور یہی ہیں جو کامیاب ہونے والے ہیں۔ اب اس میں انصار اللہ کے مختلف طبقوں کے لوگ ہیں۔ ہر ایک اپنے اپنے جائزے لیں۔ جو سمجھتے ہیں کہ 65 سال کے بعد ہم ریٹائر ہو گئے، کچھ کام نہیں کر سکتے، ان کو اس نیکی سے محروم نہیں کیا جا سکتا۔ وہ اپنے آپ کو جماعتی کاموں میں شامل کریں۔ جو نیکی کی تعلیم دینے والی ہے۔ اپنے گھروں سے شروع کریں، اپنے ماحول سے شروع کریں، اپنے قریبی

رشتہ داروں سے شروع کریں۔ ان سے تربیتی پہلوؤں اور نیکی کے کاموں کی باتیں کریں۔ نیکیوں کی تلقین کریں۔ جماعت سے تعاون اور اخلاص کا ہر ایک سے تعلق جوڑیں۔ بعض میں بلاوجہ عہدیداروں کے خلاف یا نظامِ جماعت کے خلاف رنجشیں اور کدورتیں پیدا ہو جاتی ہیں، اس کو دور کرنے کی کوشش کریں تو ہر طبقہ جو ہے اور ہر عمر والا جو ہے اس میں حصہ لے سکتا ہے۔ تبلیغ کے میدان میں بعض لوگ ہیں جو کہتے ہیں ہمیں زبان نہیں آتی، کیسٹس تیار ہیں، DVD بنی ہوئی ہیں، MTA کا ایک رابطہ ہے۔ اور میں انصار اللہ کو یہ کہا کرتا ہوں کہ کو جو اولڈ پیپل ہوم (Old People Home) ہیں، ان کے پاس جا کر بیٹھ جائیں۔ بہت سارے ہیں جن کو زبان نہیں آتی اور بوڑھوں کو باتیں کرنے کا بڑا شوق ہوتا ہے۔ اس سے ان کی اپنی زبان بھی ٹھیک ہو جائے گی، کچھ نہ کچھ ان تک پیغام بھی پہنچ جائے گا۔ آنحضرت ﷺ تو اگر کوئی بسترِ مرگ پر بھی ہوتا تھا تو اس کو بھی پیغام پہنچاتے تھے بڑی حسرت ہوتی تھی کہ کاش یہ اسلام کو قبول کر لے۔ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا اعلان کر دے اور آنحضرت ﷺ کے لئے اعلان کر دے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں تا کہ اس کی آخرت سنور جائے۔

پس یہ درد ہے جو پیدا کرنے کی ضرورت ہے، جس کا اسوہ ہمارے سامنے آنحضرت ﷺ نے قائم فرمایا۔ اس عمر میں جب ہم بھی آہستہ آہستہ اپنی عمر میں بڑھ رہے ہیں اور ایک لحاظ سے ہماری عمریں کم ہو رہی ہیں، ہمیں اس طرف توجہ دینے کی ضرورت ہے کہ جس حد تک دنیا کو بچانے کے لئے ہم کوشش کر سکتے ہیں کریں اور تبلیغ کے میدان میں تیزی پیدا کریں۔ تربیت کے میدان میں تیزی پیدا کریں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے وَاُولٰٓئِکَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ تم یہ کام کرو گے تو اس کا اجر پاؤ گے یعنی تم کامیاب ہو گے۔ تم اپنی زندگی کے مقصد کو پانے والے ہو گے اور جو لوگ اپنی زندگی کے مقصد کو پالیں وہ اللہ تعالیٰ کی رضا کو حاصل کر لیتے ہیں بشرطیکہ ان کی زندگی کا ان کا مقصد وہ ہو جو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے رکھا ہے۔ اور ہماری پیدائش کا مقصد ہے عبادت اور اس کے نام کی بڑائی، اس کی مخلوق کی خدمت، اس کے پیغام کو پہنچانا۔ پس اللہ تعالیٰ جب کہتا ہے کہ یہ اعلان کرو نحن انصار اللہ کہ کون ہیں میرے مددگار؟ جب آپ کہتے ہیں نحن انصار اللہ کہ ہم اللہ تعالیٰ کے مددگار ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے تم لوگ کامیاب ہو جاؤ گے۔ پس ہم میں سے ہر ایک کو یہ عہد کرنا چاہئے کہ ہم فلاح کے راستے تلاش کرتے چلے جائیں اور ان راستوں پر قدم مارتے چلے جائیں۔ ان حواریوں نے جو تھے ان سے اللہ تعالیٰ نے یہ خطاب فرمایا کہ میں تمہیں کامیاب کروں گا۔ دوسرے یہ فرمایا کہ وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ (سورۃ آل عمران:53) کہ گواہ بن جاؤ کہ ہم فرمانبردار ہیں۔ پس آج ہم میں سے ہر ایک کو یہ اعلان کرنا چاہئے کہ ہم نے جو باتیں سنیں، ہم کامل فرمانبرداری اور کامل اطاعت سے اللہ تعالیٰ کے انصار بننے کا اعلان کرتے ہیں۔ پس اطاعت کے نمونے دنیا کو دکھا دیں، اخلاص کے نمونے دنیا کو دکھا دیں۔ خلافت کے لئے ہر قربانی کے لئے ہر وقت تیار رہنے کے نمونے دنیا کو دکھلا دیں۔ تبلیغ کے نمونے بڑی شان سے دنیا کو دکھلا دیں۔ تربیت کے نمونے پہلے سے بڑھ کر اپنے گھروں میں قائم کر دیں۔ دعا اور عبادت کی طرف توجہ پہلے سے بڑھ کر کرنے والے ہوں۔ یہی چیزیں ہیں جو آپ اللہ تعالیٰ کے حکموں پر چلتے ہوئے قائم کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں گے۔ اور پھر انشاء اللہ آپ بھی ہر آن اللہ تعالیٰ کی مدد کے نظارے دیکھیں گے اور نحن انصار اللہ کہہ کر نہ صرف مدد کر رہے ہوں گے بلکہ اُس کے نتیجہ میں اپنے لئے بھی اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت کے نظارے آپ کو نظر آ رہے ہوں گے۔ کامیابیاں آپ کے قدم چومیں گی۔ جنہوں نے نحن انصار اللہ کہا تھا، ان کا کہنا اور کوششیں اسی حد تک نہیں کہ انہوں نے کہہ دیا نحن انصار اللہ اور بات ختم ہو گئی بلکہ یہ سب کچھ اللہ تعالیٰ کی مدد کا ہی نظارہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جہاں یہ ذکر فرمایا وہاں دوسری آیت میں فرمایا: فَاَیَّدْنَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلٰی عَدُوِّهِمْ فَاَصْبَحُوْا ظٰهِرِیْنَ (سورۃ الصف:15) پس ہم نے ان لوگوں کی جو ایمان لائے ان کی دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ غالب آ گئے۔ پس ایک طرف تو اللہ تعالیٰ نے یہ اعلان کیا کہ میں نے اور میرے رسولؐ نے غالب آنا ہے۔ یہ بتا رہا ہے کہ غلبہ انشاء اللہ ہونا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ الہام کئی مرتبہ ہوا۔ اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ ایک دن انشاء اللہ احمدیت نے ساری دنیا پر غالب آنا ہے۔ دوسری طرف اللہ تعالیٰ کے مددگار بننے والوں کی مدد کر کے ان کا غلبہ یہ بتا رہا ہے کہ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ جو ایمان لائے ان کی دشمنوں کے خلاف مدد کی تو وہ غالب آ گئے تو اللہ تعالیٰ جب ایمانداروں کی، مومنوں کی مدد کرتا ہے تو مومن غالب آتے ہیں۔ تو میں بتا رہا تھا کہ اگر ہم ایمان میں خالص رہیں، اپنی حالتوں پر نظر رکھنے والے ہوں تو ہم میں سے ہر ایک افرادِ جماعت جو ہیں اس مدد کے نظارے دیکھیں گے۔

خدا کرے کہ ہم حقیقت میں اپنے پہ نظر رکھنے والے ہوں، اپنے عہد کو پورا کرنے والے ہوں۔ اپنی حالتوں کو بدلنے والے ہوں اور فتح و کامرانی کے نظارے دیکھنے والے ہوں اور سچے اور حقیقی انصار اللہ بننے والے ہوں اور انشاء اللہ جب ہم یہ کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا کے نظارے بھی دیکھیں گے۔ اللہ کرے وہ ہمیں جلد دکھائے۔ اب دعا کر لیں۔

مسئلہ تقدیر

(صوفی بشارت الرحمٰن)

مسئلہ تقدیر ان مسائل دینیہ میں سے ہے جن کا اچھی طرح سے سمجھ لینا ایک مومن کے لئے از بس ضروری ہے کیونکہ یہ امر ایمانیات میں شامل کیا گیا ہے ایمان کے ارکان یہ ہیں: اٰمَنْتُ بِاللّٰہِ وَ مَلَآئِکَتِہٖ وَ کُتُبِہٖ وَ رُسُلِہٖ وَالْقَدْرِ خَیْرِہٖ وَ شَرِّہٖ وَالْبَعْثِ بَعْدَ الْمَوْتِ۔

یعنی ایک مومن اپنے ایمان کا اعلان اس طرح کرتا ہے کہ میں ایمان لایا اللہ پر اس کے فرشتوں پر، اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر اور تقدیر پر۔ اچھی تقدیر پر بھی اور بُری تقدیر پر بھی اور مرنے کے بعد پھر جی اٹھنے پر بھی، اب جو امر ہماری ایمانیات میں شامل ہے اس کا سمجھنا ہمارے لیے از بس ضروری ہے کیونکہ اچھی طرح سمجھ لینے اور ذہن نشین کر لینے کے بعد ہم کسی حقیقت کی مقتضیات پر کماحقہٗ عمل پیرا نہیں ہو سکتے اور فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔

لیکن یہ مسئلہ تقدیر ہے بہت ہی مشکل اور اس بارہ میں بڑی ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔ ایک موقعہ پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں صحابہ کرامؓ تقدیر کے بارے میں آپس میں بحث کر رہے تھے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم سے پہلے بعض لوگ اسی مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے ہلاک ہوئے اور میری امت میں بھی ایک طبقہ کے ساتھ ایسا ہی ہوگا۔

مذکورہ بالا دونوں حقائق کو ملانے سے یہی نتیجہ نکلتا ہے کہ اپنے سطحی خیالات کی بناء پر اس مسئلہ پر بحث کرنے کا نتیجہ گمراہی ہے۔ ہاں اس بارہ میں اللہ تعالیٰ کے کلام اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال کو سمجھنے کی کوشش ضرور کرنی چاہئے کیونکہ یہ امر ہماری ایمانیات میں شامل ہے۔

مسئلہ تقدیر ان مسائل میں سے ہے جنہیں بعض دفعہ بہت ہی غلط طور پر سمجھا جاتا ہے۔ مثلاً ایک شخص کی وفات پر کہا جاتا ہے کہ "یہ امر لکھا ہوا تھا ایسا ہی ہونا تھا" یہ باتیں ایسے رنگ میں کہی جاتی ہیں کہ گویا خواہ کچھ ہوتا یہ واقعہ بہر حال ضرور ہو کر رہنا تھا حالانکہ یہ بات غلط ہے۔ حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ کی لاکھوں برکات وسلام ہوں آپ پر) کا ایک ارشاد ہمارے سلسلہ کے لٹریچر میں شائع ہو چکا ہے کہ حضور ایک قبرستان کے پاس سے گذرے اور فرمایا کہ بہت سے لوگ جو یہاں دفن ہیں وہ حکیموں، ڈاکٹروں اور اطباء کے غلط علاج کی وجہ سے فوت ہوئے ہیں۔ اگر انہیں صحیح علاج میسر آ جاتا تو وہ زندہ رہتے اور زیادہ عمر پاتے۔

یہ درست ہے کہ جو کچھ بھی ازل سے ہوا، جو کچھ ہو رہا ہے اور جو کچھ بھی ابد تک ہو گا وہ ازل سے اللہ تعالیٰ کے (جو علیم وخبیر ہے) علم میں ہے۔ لیکن یاد رکھنا چاہیئے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ علم ازلی وقوع میں آنے والے امور میں دخل نہیں دیتا بلکہ یہ علم واقعات کے تابع ہے جو کچھ بھی کائنات میں وقوع پذیر ہوتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کے حکم اور منشاء سے اس کے بنائے ہوئے قوانین قدرت یا قانونِ شریعت کی اتباع یا خلاف ورزی کے نتیجہ میں ہوتا ہے خدا تعالیٰ کا ازلی علم ان ہونے والے واقعات کے تابع ہے چونکہ خدا تعالیٰ کے بنائے ہوئے اندازوں اور قوانین کے نتیجہ میں ایسے واقعات رونما ہونے والے تھے اور اللہ تعالیٰ قادر مطلق اور علیم وخبیر ہے اور خدا تعالیٰ کے علم کے لحاظ سے ماضی حال اور مستقبل میں کوئی فرق نہیں۔ خدا تعالیٰ کو ازل سے ان واقعات کا علم تھا۔ پس "ازلی علم"، "معلوم" کے تابع ہے معلوم علم کے تابع نہیں۔ یعنی یہ کہنا غلط ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کا علم یہ تھا اس لیے اس علم کی وجہ سے آج کوئی واقعہ رونما ہوا ہے۔ اس واقعہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا ازلی علم یہ تھا کہ ان اسباب کی وجہ سے فلاں دن یہ واقعہ ہوگا مگر اللہ تعالیٰ کے ازلی علم کا کوئی ریکارڈ تو ہمارے پاس موجود نہیں ہے۔

اگر وہ اسباب اور وجوہات پیدا نہ ہوتے تو یہ واقعہ رونما نہ ہوتا۔ اس صورت میں ہم کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ کا ازلی علم یہی ہوتا ہے کہ ایسا واقعہ رونما نہیں ہوگا۔

یاد رکھنا چاہئے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ کے دو قسم کے علم کا ذکر مختلف آیات میں ملتا ہے۔

(۱) علم ازلی: یہ ماضی، حال اور مستقبل پر محیط ہے اور اس معنی میں غیر مؤثر ہے کہ اس علم کی وجہ سے کسی بھی مخلوق پر کوئی جزا یا سزا مرتب نہیں ہوتی۔ یہ علم واقعات کے تابع ہے اس علم ازلی کی کوئی فہرست ہمارے پاس نہیں ہے۔ جزا و سزا۔ واقعات یا اعمال صادر ہو چکنے کے بعد مرتب ہوتی ہے۔ ابو جہل کو اس لیے جہنم میں نہیں ڈالا جائے گا کہ اللہ تعالیٰ کو اس کی پیدائش سے کروڑوں اور اربوں سال پہلے اس کے جہنمی ہونے کا علم تھا۔ اس علم نے مجبور کر کے اسے جہنمی نہیں بنایا۔ جہنمی وہ اپنے اعمال وافکار کی وجہ سے ہی بنا۔ اگر اس کے اعمال وافکار جنتیوں والے ہوتے تو اللہ تعالیٰ کا علم ازلی بھی ان کے مطابق یہی ہوتا۔ پس ظاہر ہوا کہ یہ "علم ازلی" ہونے والے واقعات کے تابع ہے۔ علم ازلی کی وجہ سے واقعات رونما نہیں ہوتے بلکہ اپنے دیگر موجبات کی وجہ سے صادر ہوتے ہیں۔ ہاں اللہ تعالیٰ کو اپنی قدرتِ کاملہ کی وجہ سے ان واقعات کے رونما ہونے کا علم پہلے سے ہوتا ہے اگر یہ علم اللہ تعالیٰ کو نہ ہوتا تو اس کی قدرت کاملہ پر حرف آتا۔ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت میں نقص ماننا پڑتا اور اللہ تعالیٰ ہر قسم کی کمزوری اور نقص سے پاک ہے ماضی حال اور مستقبل اس کے سامنے برابر ہیں۔ وہ ہر زمانے کا یکساں ایک ہی طرح کا علم رکھتا ہے۔

(۲) اللہ تعالیٰ کا دوسرا علم۔ علم وقوعہ کہلاتا ہے۔ جب کوئی واقعہ ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ کا علم اس واقعہ کے ہو جانے کے بعد علمِ وقوعہ کہلاتا ہے اور یہ علم مؤثر ہے اور اس پر انسانوں کے لیے جزا و سزا مرتب ہوتی ہے۔

قرآن کریم میں جہاں علمِ وقوعہ کا ذکر ملتا ہے وہاں علم کے معنی "ظاہر کرنے" کے بھی کیے جا سکتے ہیں مثلاً حسب ذیل آیت میں علم وقوعہ کا ذکر ہے۔

وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنَافِقِيْنَ. (العنکبوت: ع ۱)

یعنی اللہ تعالیٰ ایمان کا دعویٰ کرنے والوں کا امتحان لے گا اور حقیقی مومنوں کو بھی ظاہر کردے گا۔ اور منافقوں کو بھی ظاہر کردے گا۔

پس جب کوئی واقعہ ظاہر ہوجاتا ہے تو اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کو ہم علم وقوعہ کا نام دے دیتے ہیں اور یہ علم مؤثر ہے اور نتائج پیدا کرتا ہے۔

یہ بات ظاہر ہے کہ لیعلمن اللہ کے اصل معنی تو یہی ہیں کہ ضرور اللہ جان لے گا۔ مگر کیونکہ یہ علم (علم وقوعہ) مؤثر ہے اس لیے ہم اس کا ترجمہ ''ظاہر کردے گا'' بھی کرلیتے ہیں۔ کیونکہ ''ظاہر کرنا''، ''جان لینے'' کا ایک نتیجہ ہے۔ اور ہم معنی کرتے وقت نتیجہ سے نسبت رکھنے والے الفاظ استعمال کرتے ہیں۔

تقدیر الٰہی کے بارے میں بہت بڑی غلطی جو عوام الناس میں پائی جاتی ہے یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کی وجہ سے واقعات رونما ہوتے ہیں حالانکہ حقیقت اس کے اُلٹ ہے اور واقعات کے اپنے دیگر اسباب اور موجبات کے تحت سرزد ہونے کی وجہ سے ہی اللہ تعالیٰ کا علم ازلی ان کے مطابق ہی ہوتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ کی وجہ سے تمام ہونے والے واقعات کا پہلے سے علم رکھتا ہے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کائنات میں واقعات کیسے رونما ہوتے ہیں؟ اس کا مختصر جواب تو یہی ہے کہ واقعات اللہ تعالیٰ کی منشاء اور حکم سے یا اس کے بنائے ہوئے قوانین کی اتباع یا خلاف ورزی کے نتیجہ میں رونما ہوتے ہیں۔ ہماری دنیا میں اللہ قادر مطلق سے دعا کرنا واقعات کے رونما ہونے میں ایک بہت بڑا سبب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی دعا کو قبول کرلیتا ہے تو اس کا اذن ہوتا ہے کہ ایسا ہوجائے تو ویسے ہی ہوجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ جب کسی امر کا ارادہ کرتا ہے تو اس کے بارے میں فرماتا ہے کہ ایسا ہو جائے تو وہ ہونے لگتا ہے اور بالآخر ہوجاتا ہے۔ دعا اور اس کی قبولیت کا قانون بھی اللہ تعالیٰ کے قوانینِ شرعی میں شامل ہے الغرض دنیا میں جو واقعات بھی رونما ہوتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ بے شمار اسباب وقوانین کے عمل یا ردّعمل کا نتیجہ ہوتے ہیں اور ہمیشہ آخری نتیجہ اللہ تعالیٰ کے خاص اذن سے پیدا ہوا کرتا ہے جیسا کہ فرمایا گیا ہے۔ ''تمام امور خدا تعالیٰ کی طرف ہی لوٹائے جاتے ہیں''۔

اللہ تعالیٰ کے پیدا کردہ اسباب و وجوہات اور قوانین کے عمل یا ردّعمل سے پیدا ہونے والے نتیجہ کو ہی اللہ تعالیٰ کی تقدیر کہتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ازلی علم اس رونما ہونے والے واقعہ کے تابع ہے کیونکہ بعض وجوہات اور اسباب کی بناء پر ایسا واقعہ ہونا تھا۔ اس لیے خدا تعالیٰ کا علم ازلی بھی اسی کے مطابق تھا۔

اگر یہ واقعات واسباب پیدا نہ ہوتے تو یہ نتیجہ رونما نہ ہوتا اور اس صورت میں اللہ تعالیٰ کا علم ازلی بھی اس کے مطابق ہی ہوتا۔ کہ ''یہ نتیجہ رونما نہیں ہوگا''۔ اس کی ایک مثال اس طرح دی جاسکتی ہے کہ:

ایک پہاڑی کی چوٹی کی طرف دو بالمقابل اطراف سے سڑکیں آرہی ہیں چوٹی پر کھڑا ایک شخص دیکھ رہا ہے کہ ایک تیز رفتار کار چوٹی کی شرقی جانب سے فراٹے بھرتی ہوئی آرہی ہے اور دوسری کار غربی جانب سے پہلی تیز رفتار کار سے بھی بڑھ کر تیز رفتاری سے آرہی ہے تو چوٹی پر کھڑا شخص اپنے ایک ساتھی کو کہتا ہے کہ ابھی دو منٹ کے بعد چوٹی پر نیچے سے آنے والی کاروں کی بڑے دھماکے سے ٹکر ہوگی۔ پھر اس کا ساتھی کیا دیکھتا ہے کہ آمنے سامنے سے دونوں کاریں چوٹی پر نمودار ہوئیں۔ اور باہم ٹکرا گئیں۔ اب یہ ٹکر اس وجہ سے نہیں ہوئی کہ چوٹی پر کھڑے ہونے والے شخص نے علمی اندازہ سے ایسا یقین کرلیا تھا اور اپنے ساتھی کو بتا دیا تھا کہ دو کاروں کی ٹکر ہونے والی ہے کیونکہ بعض وجوہات کی وجہ سے اس ٹکر نے بہرحال معرض ظہور میں آنا تھا اس لیے چوٹی پر کھڑے آدمی نے دونوں کاروں کی برق رفتاری کو دیکھتے ہوئے یہ اندازہ لگایا تھا کہ ٹکر ہوگی گویا اس شخص کا علم ہونے والی ٹکر کے تابع تھا۔ ٹکر اس لیے نہیں ہوئی تھی کہ اس شخص کو پہلے سے علم ہوچکا تھا۔ یہی حال تمام واقعات کا ہے۔

قَدَّرَ يُقَدِّرُ تَقْدِيْرًا۔ یہ عربی زبان کے الفاظ ہیں۔ قَدَّرَ کے معنی ہیں اس نے اندازہ کیا۔ کسی حساب کی رُو سے کسی چیز کے بارے میں تخمینہ لگایا۔ لفظ تقدیر عربی زبان میں اسم مصدر ہے جو اسم مفعول کے معنی میں بھی آسکتا ہے۔ پس تقدیر کے معنی ہوئے: ''وہ نتیجہ جو اسباب اور حالات کی روشنی میں واضح نظر آتا ہو''۔ انگریزی میں اس کا ترجمہ (Calculated Result) کے الفاظ سے کیا جاسکتا ہے۔

ہم سکول کے زمانے میں پانچویں یا چھٹی جماعت میں حساب میں کسور ملتفت کے سوالات حل کیا کرتے تھے۔ کتاب کا سارا صفحہ مختلف ہندسوں، رقوم، ضربوں تقسیموں جمع اور تفریق کے نشانات، خطوط وحدانی یعنی بریکٹوں اور ''کے'' ''کا'' وغیرہ علم حساب کی علامات سے بھرا ہوتا تھا مثلاً

20 کا (4+176)-15÷17×264 ....

سارے صفحے پر پھیلے ہوئے اس سوال یا پورے ایک صفحے پر پھیلی ہوئی ان رقوم پر آپس میں ضرب تقسیم اور جمع تفریق کا عمل کرنے کے بعد آخری جواب صفر (0) یا (1) ایک ہوتا تھا۔

ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ یہ آخری نتیجہ ''صفر'' یا ''ایک'' ان تمام رقوم اور علامات کے باہم عمل اور ردّعمل کا جواب ہے۔

پورے صفحے پر پھیلے ہوئے اس سوال میں جس کا جواب صفر (0) ہوتا تھا اگر ہم صرف ایک علامت یا صرف ایک رقم بدل دیں تو لازمی طور پر جواب بھی بدل جائے گا بلکہ کسی رقم میں سے صرف ایک ہندسہ بھی کم وبیش کردیں تب بھی جواب بدل جائے گا۔ بالکل یہی حال اللہ تعالیٰ کے مختلف قوانین کے تحت جاری ہونے والے واقعات اور ان کے ردّعمل کا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے بے شمار جاری کردہ قوانینِ قدرت قوانین شریعت، پھر دعاؤں کے نتیجہ میں پیدا ہونے والے اور جاری ہونے والے خاص احکامِ خداوندی یا خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے والے بعض امور۔ ان سب کے باہمی عمل یا ردّعمل کے نتیجہ میں جو آخری جواب اور نتیجہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے ہمارے سامنے آتا ہے اسے تقدیر کہتے ہیں۔ یعنی مختلف قسم کی Calculation کے نتیجہ میں آخری Calculated Results کو تقدیر کہتے ہیں۔ جو خدا تعالیٰ کے اذن سے ظاہر ہوتی ہے۔

علم حساب کی کسور ملتفت میں جس طرح صرف ایک رقم یا ایک ہندسہ یا حسابی

علامات (جمع، تفریق، تقسیم اور ضرب کی علامات) میں سے صرف علامت بھی اگر سوال میں سے کم وبیش ہو جائے تو آخری نتیجہ بدل جائے گا۔ یہی حال تقدیر یا آخر میں نکلنے والے اس نتیجہ یا جواب کا ہے جو مختلف قوانین خداوندی، اسباب اور وجوہات کے عمل یا ردّعمل سے معرضِ ظہور میں آتا ہے اگر ایک چھوٹا سا سبب بھی بدل جائے تو آخری نتیجہ یا تقدیرِ الٰہی میں بھی کچھ تبدیلی ہو جائے گی۔ اب اس کی ایک مثال پیش کی جاتی ہے جو حضرت بانی سلسلہ احمدیہ (اللہ تعالیٰ کی ہمیشہ آپ پر سلامتی ہو) کے زمانہ میں معرضِ ظہور میں آئی۔ آپ کے رفیق نواب محمد علی خان صاحب کا بیٹا عبدالرحیم خان قادیان میں آپ کے زمانے میں سخت بیمار ہو گیا۔ یہ بیماری خدا تعالیٰ کے طبعی قوانین کے نتیجہ میں پیدا ہوئی، جہاں اللہ تعالیٰ کے بعض قوانین کے تحت ایک بیماری پیدا ہوتی ہے اسی خدائے شافی کے قوانین شفاء کے تحت بعض ادویہ سے اس بیماری سے شفا حاصل ہو جاتی ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کوئی مرض پیدا نہیں کی جس کے ساتھ اس کی شفا پیدا نہ کی ہو سوائے موت کے۔

بعض دفعہ ناقص علم رکھنے والا کوئی شخص غلط دوائی استعمال کرتا ہے تو بیماری سے شفا حاصل نہیں ہوتی۔ بعض دفعہ بڑے بڑے حکماء اور ڈاکٹر صاحبان صحیح دوائی تجویز کرنے میں غلطی کر جاتے ہیں اور مریض کو مرض سے شفا حاصل نہیں ہوتی۔ پھر بعض دفعہ اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے کی دعا قبول کر کے بیماری کو دور کر دیتا ہے یا علاج کرنے والوں کو صحیح علاج کرنے کی توفیق عطا فرما دیتا ہے۔ گویا بیماریوں سے شفا حاصل کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرنا ایک روحانی ذریعہ ہے اور صحیح دوائی استعمال کرنا ایک جسمانی وظاہری ذریعہ ہے۔

مذکورہ بالا واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ اپنے ایک رفیق کے بیٹے کی بیماری کی شدت دیکھ کر حضرت بانی سلسلہ احمدیہ اللہ تعالیٰ سے دعا کرنے میں محو ہوئے اور دوسری طرف ایک یکتائے زمانہ طبیب یعنی حضرت مولوی نور الدین صاحب بیمار کے ظاہری و جسمانی علاج میں مصروف ہوئے گویا اس بیمار کو اپنی اس بیماری سے شفا حاصل کرنے کے لیے ظاہری و باطنی دونوں طرح سے چوٹی کے ذرائع حاصل تھے اللہ تعالیٰ کا ایک محبوب بندہ دعا میں یعنی روحانی تدبیر میں محو تھا اور ایک یکتائے زمانہ طبیب جسمانی تدبیر کر رہا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کو بتایا گیا کہ

''ہلاکت مقدر ہے تقدیر مُبْرَم ہے''

یعنی باوجود تیری دعاؤں کے اور باوجود ایک ماہر طبیب کے علاج کے اس بیماری کا نتیجہ ہلاکت یعنی موت ہے۔ حضرت بانی سلسلہ احمدیہ کو جب مذکورہ بالا الہام ہوا تو چونکہ آپ راہِ سلوک کے رازوں سے واقف تھے تو آپ کے سامنے یہ امر آیا کہ اگر ظاہری علاج اور دعا کام نہیں کر رہے تو ایک اور ذریعہ بھی تو موجود ہے جسے شفاعت کہتے ہیں یعنی اللہ تعالیٰ کا کوئی مقرب بندہ اللہ تعالیٰ سے سفارش کرے کہ حضور میرے اعزاز کے طور پر میری خاطر ایسا کر دے اور اجازت یافتہ شفاعت لازماً منظور ہوا کرتی ہے۔ اس حالت میں آپ کے (حضرت بانی سلسلہ کے) منہ سے گھبراہٹ کی حالت میں یہ الفاظ نکل گئے کہ ''یا الٰہی! اگر یہ دعا کا موقعہ نہیں تو میں شفاعت کرتا ہوں۔ اس کا موقع تو ہے''۔

اس وقت حضرت بانی سلسلہ سے ایک بھول ہو گئی بالکل اسی طرح جس طرح حضرت آدم علیہ السلام سے ہوئی تھی۔ آپ بھول گئے کہ شفاعت کرنے سے پہلے اذنِ خداوندی کا حصول ضروری ہے۔ آیت کریمہ کہ ''کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کرے سوائے اس کے اذن کے''۔

جونہی آپ کے منہ سے یہ مذکورہ بالا الفاظ نکلے تو بڑے جلال سے وحی الٰہی آپ پر نازل ہوئی جس کا مفہوم یہ تھا کہ ''کون ہے جو اس کے حضور شفاعت کرے بغیر اس کے اذن کے''۔ اور یہ وحی ایسے جلال سے ہوئی کہ آپ کا بدن کانپ گیا اور آپ پر سخت خوف اور ہیبت طاری ہوئی کہ آپ نے بلا اذن شفاعت کی ہے۔ اس کے بعد آپ پر سکتہ کی حالت وارد ہو گئی مگر اللہ تعالیٰ کی وحی کی آواز چند منٹ کے بعد سنائی دی کہ ''تجھے شفاعت کرنے کی اجازت دی جاتی ہے''۔ تب آپ نے بیمار کی صحت و عافیت کے لیے اللہ تعالیٰ کے حضور شفاعت کی تو اللہ تعالیٰ نے بیمار کو صحت عطا کر دی اور اس کے بعد ایک لمبے عرصہ تک یہ بیمار زندہ رہا۔ ربوہ کے زمانے میں نواب عبدالرحیم خاں صاحب کئی دفعہ مالیر کوٹلہ (انڈیا) سے اپنی سوتیلی والدہ حضرت نواب مبارکہ بیگم صاحبہ سے ملاقات کے لیے ربوہ آیا کرتے تھے۔ خاکسار بھی ان سے ملا کرتا تھا اور حضرت بانی سلسلہ کے مبارک ایام کی باتیں سنا کرتا تھا۔

یہ واقعہ جو ذرا تفصیل سے بیان کیا گیا ہے مسئلہ تقدیر پر خوب روشنی ڈالتا ہے۔

تقدیر کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اس کے جاری کردہ احکام و قوانین کے مطابق اللہ تعالیٰ کا آخری فیصلہ اور حکم۔ اور ظاہر ہے کہ ہم میں سے ہر شخص بعض وجوہات کے پیش نظر اپنے پختہ سے پختہ فیصلہ کو بھی بدل دیا کرتا ہے بعض دفعہ ہم پورے عزم کے ساتھ اپنے فیصلوں کا اعلان کر دیتے ہیں لیکن بعد میں بعض وجوہات کی بناء پر انہیں بدل دیتے ہیں۔ جب ہم ایسا کر سکتے ہیں تو خدا تعالیٰ کیوں ایسا نہیں کر سکتا جو یہ شان رکھتا ہے کہ ''وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جا سکتا جبکہ دوسرے لوگوں سے ان کاموں کی جواب طلبی کی جاتی ہے''۔

آیئے مسئلہ تقدیر کے ضمن میں ہم اس واقعہ پر ذرا مزید تبصرہ کریں۔ پہلے میاں عبدالرحیم خان کے بارے میں حضرت بانی سلسلہ کو الہام ہوا کہ ''ہلاکت مقدر ہے اور تقدیر مبرم ہے'' مگر پھر ہلاکت کے ان اسباب و وجوہات کے مقابل پر ایک اور چیز باذن خداوندی آ گئی تو خدا تعالیٰ نے اپنا فیصلہ بدل دیا۔

خلاصہ کلام یہ ہے کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کے منشاء اور اس کے جاری کردہ قوانین ظاہری و باطنی کے تحت صادر ہونے والے فیصلہ کو کہتے ہیں اور یہ فیصلہ بعض حالاتِ پیش آمدہ کے تحت بدل بھی سکتا ہے۔ ہاں بعض خدا تعالیٰ کے فیصلے اور تقدیریں کبھی بھی نہیں بدلا کرتیں۔ انہیں سنت اللہ کہا جاتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ:

''(اے مخاطب) تو کبھی بھی اللہ تعالیٰ کی سنت میں تبدیلی نہیں پائے گا اور نہ کبھی تو سنت اللہ کو ٹلتے ہوئے دیکھے گا''۔ (فاطر: ۴۴)

لیکن اللہ تعالیٰ کے بعض فیصلے یا بعض تقدیریں اللہ تعالیٰ کے پیاروں کی دعا یا شفاعت کی بدولت بدل دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے کام عجیب در عجیب ہیں کوئی ان کی کُنہ تک نہیں پہنچ سکتا اس کی شان عجیب ہے۔

''وہ اپنے کاموں سے پوچھا نہیں جا سکتا جبکہ لوگ پوچھے جا سکتے ہیں''۔ (الانبیاء: ۲۴)

قرونِ وسطیٰ میں مسئلہ تقدیر ''مسئلہ جبر وقدر'' کے نام سے امت مسلمہ میں جھگڑے اور نزاع کا باعث بنا رہا ہے۔ کچھ لوگ جبری کہلاتے تھے جن کا عقیدہ یہ تھا کہ انسان تقدیر کے فیصلوں سے مجبور ہے اور ان کا توڑ کر ہی نہیں سکتا۔

اس کے مقابلے پر دوسرے لوگ قدَری کہلاتے تھے۔ یہ لفظ قدری اپنے اندر منفی مفہوم رکھتا ہے یعنی قدری وہ لوگ تھے جن کا عقیدہ تھا کہ ''لا قدرَ'' یعنی جبری تقدیر کوئی نہیں۔ انسان محض اپنے کئے کا پھل پاتا ہے۔

اصل حقیقت ان دو انتہائی عقیدوں کے درمیان درمیان ہے اور وہ یہ ہے کہ اس امر میں کوئی شک نہیں کہ ہزار ہا بلاؤں اور ظاہری و باطنی ہلاکت کے سامانوں اور مختلف قسم کے دشمنوں نے انسانوں کو گھیرا ہوا ہے اور بسا اوقات انسان اپنے آپ کو مخالف حالات میں مجبور پاتا ہے لیکن یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان دشمنوں اور ہلاکت کے سامانوں سے بچ کر نکل جانے کیلئے راستے بھی پیدا کئے ہیں۔ اور ایک انسان اپنے عزم اور محنت اور سب سے بڑھ کر اپنے قادر مطلق آسمانی آقا کے حضور گڑگڑانے کے ذریعہ سے ان سلامتی کے رستوں پر چل کر دارالسلام تک پہنچ جاتا ہے۔

اس مسئلہ کو اللہ تعالیٰ نے ایک اور طرح بھی حل کر دیا ہے، وہ اس طرح کہ خدا کا ایک بندہ اللہ تعالیٰ کو مخاطب کرتے ہوئے یہ اعلان کرتا ہے کہ ''ہم نے یہ عزم کر لیا ہے کہ ہم سب صرف تیری ہی عبادت کریں گے یعنی تیرے اخلاقِ حسنہ کو اپنانے کی کوشش کریں گے''۔

مذکورہ اعلان کے ذریعہ ایک اور کمزور اور عاجز انسان اپنے اس عظیم عزم کا اظہار تو کر دیتا کہ میں نے زمین وآسمان کے پیدا کرنے والے خدا کا عَبد بننا ہے لیکن درحقیقت یہ مقصد اس قدر بلند اور عظیم ہے کہ اس کا حصول ایک کمزور اور بے کس انسان کی طاقت میں ہرگز نہیں۔ تب وہ کمزور انسان بے اختیار کہہ اٹھتا ہے کہ اے خدا ہم سب تیری ہی عبادت کریں گے یعنی تیرے اخلاقِ کریمہ کو اپنائیں گے مگر یہ امر درحقیقت ہمارے بس میں نہیں۔ پس ہم اس مقصد کے حصول کے لیے تجھ سے ہی مدد طلب کرتے ہیں۔ اور صرف تجھ سے ہی کرتے ہیں کیونکہ ہمیں معلوم ہے کہ تیرے علاوہ اور کوئی اس امر میں قدرت نہیں رکھتا۔

اب دیکھیں کہ اس مذکورہ دعا یا مناجات کا پہلا حصہ انسان کے آزاد اور کم از کم اپنے ارادہ کرنے میں آزاد ہونے کا اظہار کرتا ہے اور اس مناجات کا دوسرا حصہ انسان کی مجبوری اور بے بسی پر دالّ ہے۔ پس حقیقت دو انتہائی لفظوں کے درمیان درمیان ہے کہ انسان نہ پورے طور پر آزاد ہے وہ صرف اپنی خواہش کے اظہار اور ارادے میں ہی آزاد ہے مگر وہ مجبور اور بے بس بھی ہے کہ بجز اللہ تعالیٰ کی مدد کے اِس ارادہ کو عملی جامہ نہیں پہنا سکتا۔ پھر انسان اگر ایک امر میں آزاد ہے تو صرف ایک دائرے کے اندر اس سے باہر نہیں۔ مثلاً ایک شخص اچھی غذا اور ورزش کے ذریعہ اپنے جسم پر گوشت پوست چڑھا کر تنومند اور قوی ہیکل تو ہو سکتا ہے مگر وہ کبھی ایک ہاتھی کی جسامت کو نہیں پہنچ سکتا۔

اسی طرح انسان صحیح علاج کے ذریعہ کسی بیماری سے شفا پا سکتا ہے لیکن وہ ہزار ہا دواؤں اور علاجوں کے باوجود موت سے نجات نہیں پا سکتا کیونکہ انسان کے لیے مرنا ایک اٹل تقدیر خداوندی ہے جس سے کوئی شخص بھی باہر نہیں۔ نہ کوئی نبی اور نہ کوئی ولی کیونکہ ہر انسان پر موت کا وارد ہونا اللہ تعالیٰ کی اٹل اور غیر مبدل سنت ہے۔ (آل عمران:۸۶)

پس انسان نہ پورے طور پر آزاد ہے نہ پورے طور پر مجبور بلکہ حقیقت ان دونوں کے درمیان درمیان ہے۔

(۳) آجکل کے ماہرین علم النفس نے عقیدۂ جبر کو Determinism Psychic نفسیاتی مجبوری کا نام دیا ہے یعنی انسان اپنے لاشعور سے مجبور ہے یعنی اس کا ہر کام بالعموم اپنے لاشعوری اثرات اور ان کے تقاضوں کی وجہ سے سرزد ہوتا ہے مگر ایسے مجبور انسان کا تجزیہ نفس یا تحلیل نفسی (Psyco-Analysis) کے ذریعہ علاج کیا جا سکتا ہے اور اللہ قادر مطلق اور شافی وکافی پر ایمان رکھنے والا تو اپنی لاشعوری نفسیاتی امراض سے بھی مقبول دعا کے ذریعہ چھٹکارا حاصل کر سکتا ہے۔

غیر ممکن کو یہ ممکن میں بدل دیتی ہے
اے مرے فلسفیو! زورِ دعا دیکھو تو

اسی لیے حضرت بانی سلسلہ عالیہ احمدیہ فرماتے ہیں کہ ''جو شخص دعا کے وقت بجز وعدہ کی مستثنیات کے، خدا تعالیٰ کو ہر چیز پر قادر نہیں سمجھتا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے۔'' (کشتی نوح)

اب مسئلہ تقدیر کے سلسلہ میں بعض احادیث کی تشریح کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے تا پڑھنے والے کہیں ان کا غلط مفہوم اخذ نہ کریں۔ ان میں سے ایک حدیث نبوی یہ ہے کہ:۔

نمبر ا: عَنْ عبدالله (بن مسعودٍ) قال حَدَّثنا رسول الله صلّى الله عليه وسلّم وَهُوَ الصّادقُ المصدوقُ۔ قَالَ اِنَّ اَحَدَكُمْ يُجْمَعُ فِى بَطْنِ اُمِّهٖ اَرْبَعِيْنَ يَوْمًا ثُمَّ عَلَقَةً مِثْلَ ذَالِکَ ثُمَّ يَكُوْنُ مُضْغَةً مِثْلَ ذَالِکَ ثُمَّ يَبْعَثُ اللّٰه مَلَكًا فَيُؤْمَرُ بِاَرْبَعٍ۔ بِرِزْقِهٖ وَ اَجَلِهٖ وَ شَقِىٌّ او سَعِيْدٌ۔ فَوَ اللّٰهِ اِنَّ اَحَدَكُمْ اَوِ الرَّجُلَ يَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ حَتّٰى مَا يَكُوْنَ بَيْنَهٗ و بَيْنَهَا غَيْرُ بَاعٍ اَوذِرَاعٍ فَيَسْبِقُ عليه الكِتَابُ فَيَعْمَلُ بعَمَلِ اهل الجنّةِ فيدخلها۔ وَ اِنَّ الرَّجل يَعْمَلُ بَعَمَلِ اهلِ الجنَّةِ حتّى مَا يكونُ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهَا غيرُ ذِرَاعٍ اَوْ ذِرَاعَيْنِ فَيَسْبِقُ عَلَيْهِ الْكِتَابُ فَيَعْمَلُ بِعَمَلِ اَهْلِ النَّارِ فَيَدْخُلُهَا۔ (صحيح البخارى۔ كتابُ القدر)

ترجمہ:۔ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں بتایا جبکہ آپؐ صادق ہیں اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی آپ کو سچی باتیں ہی بتائی جاتی ہیں کہ تم میں سے ہر شخص کے اجزاء کو (جبکہ وہ نطفہ کی شکل و حالت میں ہوتا ہے) اس کی ماں کے رِحم میں چالیس دن تک کی مدت میں مجتمع کیا جاتا ہے پھر اسی طرح وہ علقہ بنتا ہے پھر مُضغہ یعنی ایک بوٹی کی شکل اختیار کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ ایک فرشتہ بھیجتا ہے اور اس فرشتے کو چار باتیں لکھنے کے بارے میں حکم دیا جاتا ہے:

☆اس شخص کے رزق کے بارہ میں۔

☆اس شخص کی عمر کی میعاد کے بارے میں۔

☆اور یہ کہ وہ بد بخت ہے یا

☆وہ نیک بخت ہے۔

اور خدا کی قسم ایک شخص دوزخیوں کے کام کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور دوزخ میں ایک ہاتھ یا دو ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے پھر اس پر وہ لکھی ہوئی تقدیر غالب آتی ہے اور وہ جنتیوں کے عمل کرنے لگتا ہے اور جنت میں داخل ہو جاتا ہے اسی طرح ایک شخص جنتیوں کے کام کرتا چلا جاتا ہے یہاں تک کہ اس میں اور جنت میں ایک یا دو ہاتھ کا فاصلہ رہ جاتا ہے تو اس پر لکھی ہوئی تقدیر غالب آتی ہے اور وہ دوزخ میں جا گرتا ہے''۔

اس حدیث سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ جنت یا دوزخ میں جانے کے بارے میں اللہ تعالیٰ کا کسی شخص کے بارے میں فیصلہ پیدائش سے قبل ہی لکھ دیا جاتا ہے اس شخص کے اعمال اس کو بدل نہیں سکتے۔

اس حدیث کی حقیقت بلکہ ہر دینی حقیقت کے سمجھنے کے لیے ضروری ہے کہ متشابہات کو محکمات کے تابع کیا جائے۔ محکمات ان احکام، امور یا عبارات کو کہتے ہیں جن کے دو معنی نہیں ہو سکتے۔ واضح طور پر صرف ایک ہی مفہوم ان میں نکلتا ہے اور متشابہات ان باتوں کو کہا جاتا ہے جن کے کچھ ملتے جلتے مختلف معانی کئے جا سکتے ہیں بعض صحیح ہوتے ہیں اور بعض غلط۔ صحیح معنی وہ ہوتے ہیں جو محکمات کے تابع اور ان سے ہم آہنگ ہوں اور غلط وہ جو محکمات کے واضح مفہوم سے تضاد رکھیں۔ اب یہ امر کہ جنت اور دوزخ میں انسان خدا تعالیٰ کی لکھی ہوئی تقدیر یا فیصلے کے جبر سے جاتا ہے محکمات سے تضاد رکھتا ہے اس بارہ میں ایک محکم فرمانِ الٰہی یہ ہے کہ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا۔ (سورہ الدھر)

یعنی ہم نے انسان کو جنت میں جانے اور خدا تعالیٰ کو پانے کا راستہ بتا دیا ہے اب خواہ وہ شکر گذاری کرتے ہوئے اس پر چلے یا انتہائی ناشکری کرتے ہوئے اس پر چلنے سے انکار کر دے''۔ اس سے ظاہر ہے کہ انسان نیکی اور بدی کے راستہ کو اپنی مرضی سے ہی اختیار کرتا ہے۔

پھر یہ امر ظاہر و باہر ہے کہ اگر انسان جبر کی وجہ سے بدی کرتا ہے تو پھر اسے سزا دینے اور جہنم میں ڈالنے کے کیا معنی ہیں؟ اسی طرح اگر وہ نیکی جبر کی وجہ سے کرتا ہے تو جنت بے معنی ہو کر رہ جاتی ہے۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر مذکورہ بالا حدیث کے یہ معنی نہیں تو پھر اس کا حقیقی مفہوم کیا ہے؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ انسان اپنی پیدائش کے موقعہ پر کئی قسم کے اچھے اور برے اثرات، رجحانات، بیماریاں اور عوارض لیے پیدا ہوتا ہے جو مخفی تخم کے طور پر اس کے اندر موجود ہوتے ہیں۔ کچھ ماحول کے نتیجہ میں اور کچھ والدین سے ورثے کے طور پر اسے ملتے ہیں۔ آج کل اس بارے میں زبردست تحقیق ہو چکی ہے اور ہو رہی ہے یہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے انسان والدین سے ورثے میں کئی جسمانی بیماریوں کے رجحانات لیتا ہے۔

پس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ رزق اور عمر کے بارے میں پیدائش کے موقعہ پر انسان کی استعداد اور فطری صلاحیت متعین ہو جاتی ہے اسی طرح نیکی اور بدی کے ورثہ میں ملے ہوئے رجحانات کے مطابق اس کے شقی یا سعید ہونے کا تعین ہوتا ہے۔

لیکن انسان جس طرح ورثہ میں ملنے والی جسمانی بیماریوں کا صحیح علاج کروا کے ان سے نجات پا سکتا ہے اسی طرح انبیاء کی تعلیم پر ارادہ اور مرضی سے کاربند ہونے اور دعاؤں اور استغفار کے ذریعے بدی کے رجحانات کا بھی علاج کروا کے ان سے پاک اور مبرّا ہو سکتا ہے۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے تصویری زبان میں ایک حقیقت بیان کی ہے کہ ابتدائے آفرینش میں اللہ تعالیٰ نے تمام انسانوں کی ارواح کو اپنے سامنے حاضر کیا اور ان سے سوال کیا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں؟ یعنی کیا میں نے اپنی پہچان کے لیے اور اپنی ربوبیت کے لیے تمہیں پیدا نہیں کیا؟ تا تم ارتقائی عمل میں سے گذر کر اپنے رب کی اپنی اپنی استعداد کے مطابق پہچان اور معرفت حاصل کرو اور اپنی زندگی کے مقصد کو پا لو۔ تمام ارواح نے جواب دیا کہ کیوں نہیں۔ ایسا ہی ہے۔ پھر فرمایا کہ میں نے یہ کاروائی اس لیے کی ہے اور تمہیں اپنے خلاف گواہ بنایا ہے کہ قیامت کے روز تم یہ عذر پیش نہ کر سکو کہ ہم تو ان باتوں سے بالکل ہی بے خبر اور ناواقف تھے۔

دوسری جگہ فرمایا کہ جن و انس کو میں نے صرف اپنا عبد بننے کیلئے پیدا کیا ہے پس ثابت ہوا کہ خدا تعالیٰ کی پہچان اور معرفت اور اس کے نتیجہ میں خدا تعالیٰ کی لقاء کا مادہ خواہ وہ کتنا ہی کم کیوں نہ ہو ہر انسان میں فطرتاً ودیعت کیا گیا ہے۔

یہ جو آیا ہے کہ ہر بچہ کے بارے میں رحم مادہ میں لکھا جاتا ہے کہ شقی ہے یا سعید ہے تو یہ اس وقت کے عوارض کے تحت ابتدائی رجحانات کا تعین ہوتا ہے۔ بعض روحانی عوارض اور بیماریاں بچہ کو خدا تعالیٰ کے قانون (Genetics) کے قانون کے تحت لگی ہوتی ہیں۔ ہاں بعد میں اس بچہ کے لئے روحانی علاج کے حصول کا راستہ کھلا ہوتا ہے اور جو بچہ بڑا ہو کر اس راستہ کو عمداً اختیار نہیں کرتا وہی قابلِ سزا بنتا ہے اسی روحانی علاج کے لیے ہی تو انبیاء اور رُسل کا سلسلہ ہمیشہ سے جاری و ساری ہے۔ قرآن کریم کے شروع میں ہی اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کی تعلیم کو روحانی صحت پانے کے لیے ایک روحانی ہسپتال کا ذکر فرمایا ہے۔ فرمایا:

الٓمّٓ۔ ذالک الکتابُ لَا رَیْبَ فِیْهِ، هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ۔

یعنی یہ قرآن کریم ایک روحانی ہسپتال ہے جس کا میڈیکل سپرنٹنڈنٹ مَیں اللہ ہوں جو تمام روحانی امراض اور شقاوتوں اور ان کے علاج کے بارے میں پورا پورا علم رکھتا ہوں۔

ذالک الکتاب۔ یہ قرآن میرا تحریر کردہ اور تجویز کردہ نسخہ ہے جو شخص بھی اسے ہدایات متعلقہ کے مطابق استعمال کرے گا وہ شفایاب ہو گا اور اپنی استعداد کے مطابق اپنے رب کی معرفت حاصل کر کے اسے پا سکے گا۔ اس بارے میں کوئی شک وشبہ نہیں بلکہ یہ یقینی امر ہے۔ اپنی کسی شقاوت یعنی روحانی بیماری کی وجہ سے ہلاکت کا سامنا وہی کرے گا جو اس تحریر کردہ نسخہ کو استعمال ہی نہ کرے گا۔ لَا رَیْبَ فِیْهِ کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ اس میں الٰہی نسخہ سے خدا تعالیٰ کے بارے میں تمام شکوک وشبہات مٹ جائیں گے اور کسی قسم کا ریب اور شک وشبہ باقی نہ رہے گا۔ ہاں ایک شرط بہرحال لازم حال ہو گی کہ بیمار کو جو پرہیز بھی بتایا جائے وہ اس پر عمل پیرا ہو (هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ) اور یہ ایسی شرط ہے جو تمام اطباء اپنے مریضوں پر عائد

کرتے ہیں کہ فلاں فلاں چیز تمہاری بیماری میں اضافہ کر دے گی اس کے نزدیک نہیں جانا یعنی اس شجرہ ممنوعہ کا پھل نہیں کھانا ہمارے آقا سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

ع   کہ بَد پرہیز بیمارے نہ بیند روئے صحت را

یعنی بد پرہیز بیمار کبھی صحت کا منہ نہیں دیکھا کرتا۔

اس دنیا میں اللہ تعالیٰ ہمیشہ انبیاء کو بھیج کر روحانی امراض سے شفایابی کا انتظام کیا کرتا ہے۔ جو لوگ ان کی دعوت کو قبول کرتے ہیں وہ صحت یاب ہو جاتے ہیں اور دوسرے لوگ اپنی شقاوت کو انتہا تک پہنچا کر بالآخر جہنم کے ہسپتال میں داخل ہو کر شفایاب ہوں گے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جہنم میں داخل کرنے کے لیے کسی پر کوئی جبر نہ ہوگا۔

قرآن کریم کی آیات کریمہ قَدْ اَفْلَحَ مَنْ زَكّٰهَا اور قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى کے یہی معنی ہیں یعنی انسان پیدائش کے موقعہ پرورش میں اور بعد میں اپنے ماحول سے بعض شقاوتیں یعنی اخلاقی و روحانی بیماریوں کے اثرات حاصل کر لیتا ہے۔ وہ شخص جو اپنے نفس کو بعد میں ان اثرات سے پاک کر لیتا ہے وہ کامیاب ہو کر جنت کا وارث ہو جاتا ہے۔ وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسّٰهَا اور نامراد و ناکام وہ شخص ہوتا ہے جو ان بد اثرات کی دلدل میں خود کو گاڑ دیتا ہے اور جہنمی بن جاتا ہے۔ پس مذکورہ بالا حدیث سے ہرگز اس بات کی نفی نہیں ہوتی کہ انسان انبیاء کی تعلیم پر عمل پیرا ہو کر بھی شقاوت کے جراثیم اور اثرات سے اپنے آپ کو پاک نہیں کر سکتا۔

حدیث میں جو مثال دی گئی ہے وہ بالکل اسی طرح کی ہے کہ مثلاً ایک شخص کے اندر ہیضے کے جراثیم مخفی ہوں۔ ہیضے کے موسم میں وہ ٹیکہ نہ کروائے۔ ہاں ویسے وہ ہٹا کٹا، قوی اور توانا ہو۔ یکدم کسی وقتی بد پرہیزی اور عدم احتیاط کی بناء پر ہیضے کے وہ مخفی جراثیم جوش میں آ کر اسے شدید ہیضے میں مبتلا کر کے ہلاک کر دیں تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ ایک مخفی بیماری اس پر غالب آ گئی اور وہ ہلاک ہو گیا۔ آجکل تو یہ علم یعنی (Science of genetics) بہت ہی ترقی کر گیا ہے اور مزید ترقی کر رہا ہے۔ اس کی رو سے مادۂ حیات کا ابتدائی سیل (Cell) یا نقطہ کچھ کروموسومز اپنے اندر رکھتا ہے۔ بالعموم انسانی مادۂ تولید میں ۴۶ کروموسومز ہوتے ہیں۔ پیدائش کے ابتدائی مراحل میں مرد اور عورت کے مادۂ تولید میں اُن میں سے آدھے رہ جاتے ہیں یعنی ۲۳ کروموسومز مرد کی طرف سے اور ۲۳ کروموسومز عورت کی طرف سے آتے ہیں اور باہم مل کر ۴۶ کروموسومز ہو جاتے ہیں۔ ان کروموسومز پر خدا تعالیٰ نے جینیاتی مواد رکھا ہوا ہے جنہیں (Genes) کا نام دیا جاتا ہے۔ اس جینیاتی مواد میں انسانی استعدادیں، اچھے اور بُرے رجحانات اور ان کی کیفیات مضمر ہوتی ہیں۔ انسانی کردار کی بعض استعدادیں انسان کی اگلی نسل میں ظاہر نہیں ہوتیں بلکہ پانچ چھ پشتوں اور نسلوں کے بعد اس کردار کا حامل جین پھٹتا ہے اور ساتویں نسل میں وہ مخفی استعداد یا کمال ظاہر ہو جاتا ہے۔ درمیانی نسل یا نسلیں (Carrier) منتقل کرنے والی ہوتی ہیں۔

گویا خالقِ فطرت نے ان جینز کے اندر بعض بری اور اچھی استعدادیں چھپائی ہوتی ہیں جو اپنے اپنے وقت پر ظاہر ہوتی ہیں۔ کسی خاص سبب کے پیدا ہو جانے کی وجہ سے ان بری استعدادوں کے ظاہر ہونے پر ان کی اصلاح اور صحیح تقویم کے لیے خالقِ فطرت نے اپنے مرسلین کا سلسلہ چلایا ہوا ہے جو خالقِ فطرت کی طرف سے بطور روحانی طبیب ظاہر ہوتے رہتے ہیں اور روحانی مریضوں کا علاج کرتے ہیں یہ روحانی اطباء جنہیں انبیاء اور مرسلین کے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے اپنے بھیجنے والے کی طرف سے اعلیٰ سے اعلیٰ علاج کے طریقوں اور روحانی امراض کے نسخوں سے پُر ہدایت نامہ لاتے ہیں۔ مگر وہ ھُدًى لِّلْمُتَّقِیْن ہوتا ہے یعنی پرہیز کرنے والوں کو روحانی صحت سے ہمکنار کرتا ہے اصل معالج تو خود خالق فطرت ہی ہوتا ہے مگر اپنے مرسلین کو وہ اپنے روحانی علاج کا ذریعہ بناتا ہے مگر اس علاج میں تقویٰ یعنی بعض مضر امور سے پرہیز کرنا شرط ہوتا ہے اور یہ شرط تو سب ڈاکٹر اور اطباء لگایا ہی کرتے ہیں جیسا کہ سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا ہے کہ

بدپرہیز بیمارے نہ بیند روئے صحت را

یعنی بد پرہیزی کرنیوالا بیمار کبھی صحت کا منہ نہیں دیکھا کرتا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:۔

اَلَّذِیْ یَرٰىکَ حِیْنَ تَقُوْمُ وَ تَقَلُّبَکَ فِی السّٰجِدِیْنَ۔

یعنی اللہ تجھے اس وقت بھی دیکھ رہا ہے (اور دشمن سے تیری حفاظت کر رہا ہوتا ہے) جب تو اپنے فرائض منصبی کی سرانجام دہی کے لیے کھڑا ہوتا ہے اور اسی طرح رات کو جب تُو نماز میں کھڑا ہو کر اپنے مولیٰ و آقا سے راز و نیاز کی باتیں کر رہا ہوتا ہے۔ اسی طرح پہلے بھی وہ تجھے دیکھتا رہا ہے اور اس کی حفاظت کرنے والی نگاہ ہر دم تجھ پر پڑ رہی تھی جبکہ تو اپنے ساجد آباء و اجداد کی پشتوں میں سفر کرتا ہوا اپنے نور کے کامل اظہار کے لیے چلا آ رہا تھا تیرے ساجد آباء و اجداد اس نورِ محمدی کے لیے بطور (Carrier) تھے اور بعض ایک خاص حد تک اس نور کے ظاہر کرنے والے بھی تھے۔ جیسے ابراہیم اور اسماعیل علیہ السلام۔

بعض اوقات کسی شخص کے اندر کوئی مخفی شقاوت یا روحانی بیماری پوشیدہ ہوتی ہے اور حالات اسے مومنوں کی جماعت میں شامل کر دیتے ہیں مثلاً وہ ان میں پیدا ہوتا ہے یا آملتا ہے اور جنتیوں کے اعمال کرنے لگتا ہے مگر عدم علم کی بنا پر یا کسی اور وجہ سے وہ اپنی روحانی بیماری یا شقاوت سے اپنے آپ کو پاک نہیں کر پاتا جو اس کے اندر مخفی ہوتے ہیں۔ ناگہاں کسی خارجی اثر یا سبب سے اس شقاوت کے جراثیم بھڑک اٹھتے ہیں اور وہ شخص جہنم میں جا گرتا ہے یہی معنی ہیں کہ بموجب حدیثِ نبوی تقدیر اس پر غالب آ جاتی ہے۔

اب ایک اور حدیث لی جاتی ہے اور وہ یہ ہے:

سُئِلَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَنْ اَوْلَادِ الْمُشْرِکِیْنَ فَقَالَ۔

اَللّٰہُ اَعْلَمُ بِمَا کَانُوْا عَامِلِیْنَ۔

یعنی آنحضرت ﷺ سے مشرکین کے بچوں کے متعلق سوال کیا گیا یعنی یہ سوال کہ وہ جنتی ہوں گے یا دوزخی۔ اس پر آپ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کو خوب علم تھا کہ انہوں نے کون سے اعمال کرنے تھے اس لیے اس علم ازلی کے مطابق ہی وہ جنتی یا دوزخی ہوں گے۔ اس حدیث سے یہ غلط نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا علم موثر ہے اور ''معلوم'' کے تابع نہیں ہے۔ بلکہ ''معلوم''، یعنی آخری انجام علم ازلی کے تابع ہے۔

اس سلسلہ میں ہمیں پہلی بات تو یہ یاد رکھنی چاہیئے کہ اگر کسی حدیث کا مفہوم قرآن کریم کی نص صریح کے خلاف ہو تو وہ حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب ہی نہیں ہو سکتی۔ قبل ازیں قرآن کریم سے یہ بتایا جا چکا ہے کہ انسان اپنے ارادہ میں آزاد ہے اور اسی وجہ سے نیک اعمال کی وجہ سے جنت کا اور بد اعمال کی وجہ سے دوزخ کا وارث ہوتا ہے۔

سو اس حدیث کا یہ مفہوم کہ اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کے مطابق مشرکین کے بچوں کے جنتی یا دوزخی ہونے کا فیصلہ کیا جاتا ہے بالبداہت محکمات سے متضاد اور غلط ہے۔

پھر اس مفہوم کے متضاد احادیث بھی ہیں ایک حدیث میں یہ مضمون ہے کہ چھوٹے بچے جو فوت ہو جاتے ہیں کسی وقت کسی اور عالم میں اللہ تعالیٰ انہیں عقل وفہم کی پختگی عطا کر کے ان کی طرف انبیاء کو مبعوث کرے گا پھر ان کو جھٹلانے کی یا قبول کرنے کی وجہ سے وہ دوزخی یا جنتی قرار پائیں گے۔ اب یہ دونوں متضاد احادیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہی منسوب ہیں۔ دونوں تو صحیح نہیں ہو سکتیں کیونکہ متضاد مفہوم رکھتی ہیں لہٰذا مذکورہ بالا حدیث کا یہ مفہوم کہ اللہ تعالیٰ اپنے ازلی علم پر مشرکین کے بچوں کو جنتی یا دوزخی قرار دے گا۔ صحیح نہیں ہو سکتا۔ اور قابل قبول نہیں۔

اب ایک تیسری حدیث کو لیا جاتا ہے۔

عن انس بن مالک عن النّبی صلّی اللّٰہ علیہ وَسلّم قَالَ وَکَّلَ اللّٰہُ بِالرَّحِم ملکًا۔ فیقول اَیْ رَبِّ نُطْفَۃٌ اَیْ رَبِّ عَلَقَۃٌ، اَیْ ربّ مُضغۃٌ۔ فَاذا اراداللّٰہ اَنْ یَقْضِی خَلْقَتَھا قَالَ اَیْ ربِ ذَکَرٌ اَم اُنثٰی اَشْقِیٌّ اَمْ سَعِیْدٌ۔ فَمَا الرِّزْقُ فما الاَجَلُ۔ فَیُکْتَبُ کذالِکَ فِی بَطْنِ اُمِّہٖ۔

(صحیح بخاری۔ کتاب القدر)

یعنی حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے رحم مادر پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہوا ہے ایک وقت وہ کہتا ہے کہ اے اللہ یہ نطفہ ہے پھر کہتا ہے یہ علقہ ہے پھر کہتا ہے کہ یہ مضغہ بن چکا ہے پھر جب اللہ تعالیٰ اس نطفہ کی تخلیق کو مکمل کرنا چاہتا ہے تو فرشتہ اللہ تعالیٰ سے سوال کرتا ہے کہ اسے مذکر بنایا جائے یا مؤنث اور شقی یعنی بدبخت بنایا جائے یا سعید یعنی خوش نصیب۔ اس کا رزق کیا ہوگا؟ پس اس طرح یہ امور ماں کے پیٹ میں لکھے جاتے ہیں۔

اس حدیث کی تشریح بھی وہی ہے جو پہلے بیان کی جا چکی ہے کہ رحمِ مادر میں ان تمام حالات (جو اللہ تعالیٰ کے قوانین ظاہری یا باطنی کے تحت اس وقت نتیجۃً مرتب ہو رہے ہوتے ہیں) کے مطابق بعض رجحانات اور استعدادیں جنین پر منقش ہوتی ہیں یعنی رزق، عمر، شقاوت وسعادت، نر ہونا یا مادہ ہونا یہ سب امور سابقہ حالات کے طبعی اور منطقی نتیجہ کے طور پر بچے کے (Genes) میں ودیعت ہوتے ہیں۔ بعد میں انسان اللہ تعالیٰ کے دوسرے ظاہر و باطن قوانین کے تحت ان حالتوں میں تبدیلی پیدا کر سکتا ہے۔ گویا یہ "لکھنا" حالات حاضرہ یا استعدادوں کا "لکھنا" یا متعین کرنا ہوتا ہے۔ بچے کے خدا تعالیٰ کے علم ازلی کے تحت صادر ہونے والے انجام کا یعنی جنتی اور دوزخی ہونے کا "لکھا جانا" مراد نہیں ہوتا۔ قبل ازیں اس کی کافی تشریح کی جا چکی ہے۔

اب ایک ہی مضمون پر مشتمل دو الگ الگ راویوں کی روایت سے دو احادیث نبوی اور نقل کی جاتی ہیں۔

عَنْ عِمْرَانَ ابْنِ حُصَیْنٍ قال قَالَ رَجُلٌ یا رَسُوْلَ اللّٰہ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُعْرَفُ اھْلُ الجَنَّۃِ مِنْ اَھْلِ النَّارِ قَالَ نَعَمْ۔ قَالَ فَلِمَ یَعْمَلُ الْعَامِلُوْنَ قَالَ کُلٌّ لِمَا خُلِقَ لَہٗ اَوْ لِمَا یُسِّرَ لَہٗ۔

یعنی ایک شخص نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ کیا دوزخی لوگ جنتیوں کے مقابلے میں الگ پہچانے جا سکتے ہیں آپ نے فرمایا ہاں۔ تو سائل نے عرض کیا کہ پھر عمل کرنے والوں کو عمل کرنے کی کیا ضرورت ہے۔ آنحضور ﷺ نے فرمایا ہر شخص اس طریق پر عمل کرتا ہے جو اس کی اندرونی خلقت کے مطابق ہوتا ہے یا جو اس کے لیے آسان کیا جاتا ہے۔

اسی طرح ایک اور حدیث یہ ہے کہ:

عَنْ عَلِیٍّ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ کُنَّا جُلُوسًا مَعَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ مَعَہٗ عُوْدٌ۔ یَنْکُتُ فِی الْاَرْضِ۔ قَالَ مَا مِنْکُمْ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا وَ قَدْ کُتِبَ مَقْعَدُہٗ مِنَ النَّارِ اَوْ مِنَ الْجَنَّۃِ۔ فَقَالَ رَجُلٌ مِنَ الْقَوْمِ اَلَا نَتَّکِلُ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ فَقَالَ لَا اِعْمَلُوْا فَکُلٌّ مُیَسَّرٌ۔ ثُم اَ قرَءَ اَمَّا مَنْ اَعطی واتّقٰی وَ صَدَّقَ بِالْحُسْنٰی.........الخ (سورۃ اللیل۔ آیات ۵تا۱۰)

یعنی حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلس میں بیٹھے ہوئے تھے اور حضور کے پاس ایک چھڑی تھی جس کے ساتھ آپ زمین پر نشان ڈال رہے تھے تو آپ نے فرمایا تم میں سے کوئی بھی ایسا نہیں کہ اس کا ٹھکانہ دوزخ میں یا جنت میں نہ لکھا جا چکا ہو۔ اس پر حاضرین میں سے ایک شخص نے عرض کیا: یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کیا ہم اسی بات کو ہی اپنے لیے بنیاد نہ بنا لیں کہ (عمل کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ جس نے جنتی ہونا ہے اس نے تو ہونا ہی ہے اور یہی حال دوزخیوں کا ہے عمل کرنے سے بھلا کیا فرق پڑ سکتا ہے؟)۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم عمل کرو۔ اعمال بجالاؤ کیونکہ ہر شخص کے لیے جنت کا یا دوزخ کا راستہ (اس کے اعمال کے نتیجہ میں ہی) آسان کیا گیا ہے۔

پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن کریم میں سے سورۃ لیل کی وہ آیت تلاوت کی جس کا ترجمہ یہ ہے کہ جس شخص نے خدا تعالیٰ کے راستہ میں اپنے اموال، اوقات اور قوتیں خرچ کیں اور اپنے جذبات اور رجحانات کو بھی تقویٰ شعاری کے تحت رکھا اور اپنے خیالات کو سچائی پر قائم رکھا تو ہم اس کے لیے آسان زندگی کا مقام یعنی جنت کا حصول آسان کر دیں گے۔

اب ان آیات اور ان احادیث سے یہ نتیجہ نکالنا کہ ہر شخص کے لیے خدا تعالیٰ کی طرف سے چونکہ جنت یا دوزخ کی راہ آسان کی جاتی ہے اس لیے وہ اس پر چلنے پر مجبور ہے اور اعمال بجالانے سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بالکل غلط ہے کیونکہ اس آیت کریمہ میں خدا تعالیٰ نے دونوں قسم کی راہوں کو آسان کرنے کے لیے اعمال کی شرط لگا دی ہے کہ جو یہ عمل کرے گا اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دی جائے گی اور جو یہ عمل کرے گا اس کیلئے دوزخ کی راہ آسان کر دی جائے گی۔

صاف ظاہر ہے کہ دونوں امر اعمال پر ہی موقوف ہیں اور عمل جس پر جزا و سزا مرتب ہو وہی ہوتا ہے جو انسان اپنی مرضی اور ارادہ سے کرتا ہے۔

پس ان چاروں احادیث سے یہ نتیجہ نکالنا کہ انسان مجبور محض ہے غلط ہے ہر غلط عمل، غلط رجحان وجذبہ اور غلط فکر کا علاج پختہ ارادہ اور استعانت (اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَاِیَّاکَ نَسْتَعِیْنَ) سے ہوسکتا ہے۔

صحیح اعمال صالحہ، صحیح جذبات اور صحیح طریق فکر انسان کے اپنے عزم بالجزم اور اللہ تعالیٰ کے حضور طلب اور استعانت سے ہی میسر آتے ہیں اور تقدیر خدا تعالیٰ کے اس فیصلے کو ہی کہتے ہیں جو تمام حالات وموجبات حاضرہ کے تحت صادر کیا جاتا ہے اور ان تمام احادیث سے جبر کے نظریہ کا کوئی جواز ثابت نہیں ہوتا۔

حرفِ آخر

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ تقدیر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جاری ہونے والے فیصلہ کو کہتے ہیں جو تمام حالات وموجباتِ حاضرہ کا مجموعی نتیجہ ہوتا ہے جو فیصلے عام قوانین قدرت کے تحت صادر ہوتے ہیں وہ تقدیر عام طبعی کہلا سکتے ہیں اور جو فیصلے عام طبعی قوانین میں کوئی استثناء پیدا کر کے اللہ تعالیٰ کے خاص ارادہ اور مشیّت سے صادر ہوں انہیں ہم تقدیر خاص طبعی کے نام سے پکار سکتے ہیں۔ ان کے بعد اسی قسم کی دو اور تقدیریں خدا تعالیٰ کی شرعی احکام وقوانین کے تحت جاری ہو کر تقدیر عام شرعی اور تقدیر خاص شرعی کہلا سکتی ہیں۔

بیان مذکورہ بالا میں یہ بھی ظاہر کیا جاچکا ہے کہ جس طرح بعض موجبات کے پیدا ہونے کی وجہ سے ہم اپنے فیصلوں کو خواہ ہم ان کا اعلان بھی کر چکے ہوں بدل سکتے ہیں اور بدلتے رہتے ہیں۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ بھی ایسا کرتا ہے اور اس کی ایک تقدیر دوسری تقدیر کو بدل دیتی ہے۔

صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم میں سے بعض کا رجحان اس طرف تھا کہ تقدیر نہیں بدلتی۔ ان میں سے ایک امین الامۃ حضرت ابوعبیدہؓ بن الجراح بھی تھے۔ جب حضرت عمرؓ نے اپنی خلافت میں خود ملک شام جا کر اسلامی جہاد کا معائنہ کرنے کا ارادہ کیا تو شام کے قریب پہنچنے پر آپ کو پتہ چلا کہ ملکِ شام میں تو طاعون جارِف کا دور دورہ ہے تو آپؓ نے اکابر صحابہ کو جمع کیا اور مشورہ کیا اور اس مشورہ کے نتیجہ میں فیصلہ کیا کہ آپ اپنے دورۂ شام کو ملتوی کر دیں۔ حضرت ابوعبیدہؓ اس مشورہ کے وقت حاضر نہ تھے اور بعد میں انہیں حضرت عمرؓ کے اس فیصلے کا علم ہوا تو آپ نے خلیفۂ وقت سے کہا کہ اَتَفِرُّ مِنْ قَدَرِ اللّٰہِ کہ کیا آپ خدا تعالیٰ کی تقدیر سے بھاگ رہے ہیں؟ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ ابوعبیدہ کاش میں یہ جملہ تمہارے علاوہ کسی اور کے منہ سے سنتا۔ (ٹھیک ہے) ہم خدا تعالیٰ کی ایک تقدیر سے خدا تعالیٰ ہی کی دوسری تقدیر کی طرف بھاگ رہے ہیں۔ بعد میں ایک صحابی نے حضرت عمرؓ کے سامنے یہ گواہی دی کہ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خود سنا تھا کہ اگر کسی علاقہ میں طاعون پھوٹ پڑے تو تم اس علاقہ میں مت جاؤ اور اگر تم اس علاقہ میں پہلے سے موجود ہو تو پھر اس سے باہر نہ نکلو۔

اس طرح گویا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد نے حضرت عمرؓ کے فیصلے کی تصدیق کر دی۔ جس پر حضرت عمرؓ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا۔

وَآخِرُ کَلِمنَا حَمْدٌ وَّ شُکْرٌ لِرَبٍّ مُحْسِنٍ ذِی الْاِمْتِنَانِ

(بقیہ رپورٹ سالانہ اجتماع انصار اللہ 2008ء)

صاحب انصار اللہ نے علمی وورزشی مقابلہ جات میں ریجنل اور انفرادی سطح پر دوم اور سوم پوزیشن حاصل کرنے والے انصار کو انعامات دیئے۔ امسال اجتماع میں صد فیصد حاضری کا ٹارگٹ پورا کرنے اور شعبہ مال میں چندہ جات کی صد فیصد ادائیگی کرنے والی مجالس کے زعما کرام کو بھی انعامات سے نوازا گیا۔

اختتامی اجلاس

شام تین بجکر چالیس منٹ پر حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بابرکت وجود پُرنور کی کرسی صدارت پر رونق افروز ہونے کے بعد مکرم حافظ محمود احمد بٹ صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے اجتماع کے اختتامی اجلاس کا آغاز کیا، انگریزی ترجمہ مکرم ناصر آرچرڈ صاحب نے پیش کیا۔ تمام انصار نے حضور انور کی نیابت میں انصار اللہ کا عہد دہرانے کی سعادت حاصل کی۔ مکرم چوہدری منصور احمد صاحب نے نہایت ترنم کے ساتھ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا منظوم کلام پیش کیا جس کا انگریزی ترجمہ مکرم بلال ایٹکنسن صاحب نے سنایا۔ بعدازاں محترم صدر صاحب انصار اللہ نے اجتماع کی رپورٹ پیش کی، اس کے بعد علمی وورزشی مقابلہ جات میں ریجنل اور انفرادی سطح پر اوّل پوزیشن حاصل کرنے والے انصار نے اور دوران سال مجموعی طور پر بہترین کارکردگی دکھانے والی مجالس اور ریجن کے زعماء کرام نے حضور انور کے دست مبارک سے انعامات حاصل کرنے کی سعادت حاصل کی۔ امسال تجنید کے لحاظ سے بڑی مجالس میں بہترین کارکردگی کی بنیاد پر مجلس انصار اللہ ٹوٹنگ علم انعامی کی حقدار قرار پائی جبکہ چھوٹی مجالس میں مجلس انصار اللہ سوانزی کو اوّل پوزیشن کا انعام دیا گیا۔ اس مرتبہ دو انصار مکرم ناصر احمد سفیر صاحب اور محمد احمد طاہر صاحب لندن سے اسلام آباد تک سائیکل پر سفر کر کے اجتماع گاہ پہنچے جنہیں خصوصی انعام دیا گیا۔ محترم صدر صاحب انصار اللہ نے صد سالہ خلافت جوبلی کی خوشی میں مجلس انصار اللہ یوکے اور تمام انصار کی جانب سے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں ایک خوبصورت شیلڈ یادگار کے طور پر پیش کرنے کی سعادت حاصل کی۔

حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اپنے اختتامی خطاب میں فرمایا کہ نحن انصار اللّٰہ کے تحت انصار اللہ کہلانے کے مستحق وہ لوگ ہیں جو دین کو اپنے اوپر لاگو کرنے والے، اپنا پاک نمونہ قائم کرنے والے، قابل اعتماد ساتھی بننے کا عہد کرنے والے، دوستی کا حق نبھانے والے، ہر قربانی کے لئے تیار رہنے والے اور وفاداری اور ایمانداری کے ساتھ بہترین مشورے دینے والے ہیں۔ آپ سب مسیح محمدی کے حواری ہیں تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق اپنے جائزے لیں۔ عبادتوں کی طرف اس طرح توجہ پیدا کریں کہ آپ کی عبادتوں میں خدا نظر آئے، اپنی اخلاقی حالت کو سنواریں، اپنی اناؤں کو چھوڑ دیں، اطاعت کا عملی نمونہ پیش کریں، اپنے اندر پاک تبدیلی پیدا کریں، دعوت الی اللہ کا حق ادا کریں۔ اگر یہ سب کریں گے تو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے والے ہوں گے۔ اس لئے اپنے پاک نمونوں کے ذریعہ خدام، اطفال اور لجنہ کی تربیت کریں اور ان کو اپنے نمونوں پر چلانے کی کوشش کریں۔ آخر میں حضور انور نے دعا کروائی جس سے یہ سالانہ اجتماع اختتام پذیر ہوا۔ اس کے بعد تمام انصار اور دیگر حاضرین اجتماع نے حضور انور کی اقتداء میں نماز مغرب وعشاء ادا کرنے کی سعادت حاصل کی۔

مجلس انصاراللہ برطانیہ کی سالانہ شوریٰ و تین روزہ اجتماع 2008ء

(مرتبہ : لطیف احمد شیخ ،ناظم رپورٹنگ)

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے مجلس انصاراللہ یو کے کو امسال 24 تا 26 اکتوبر 2008ء بروز جمعۃ المبارک، ہفتہ، اتوار بر مقام اسلام آباد سالانہ مجلس شوریٰ اور تین روزہ اجتماع منعقد کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

مجلس شوریٰ کا انعقاد

مورخہ 24 اکتوبر 2008ء بروز جمعۃ المبارک صبح 10 بجے مجلس شوریٰ کی کاروائی صدر انصاراللہ برطانیہ محترم ولید احمد صاحب کی زیر صدارت شروع کی گئی ۔کاروائی کا آغاز مکرم حبیب الرحمٰن غوری صاحب نے تلاوت قرآن کریم سے کیا جس کا انگریزی ترجمہ مکرم عبدالسمیع صاحب نے پیش کیا۔صدر صاحب کی قیادت میں عہد دہرایا گیا۔جس کے بعد قائد صاحب تبلیغ ، قائد صاحب تعلیم القرآن، قائد صاحب مال اور قائد صاحب عمومی نے گزشتہ سال کی شوریٰ میں منظور کی جانے والی تجاویز پر عملدرآمد کی رپورٹیں پیش کیں ۔بعدازاں سالِ رواں کے لئے مختلف مجالس کی طرف سے موصول ہونے والی تجاویز سے ممبران شوریٰ کو آگاہ کیا گیا اور ان میں سے قابلِ غور اور ردّ کی جانے والی تجاویز کو بھی سامنے رکھا گیا۔اس کے بعد محترم صدر مجلس نے سالانہ کارکردگی کی ایک رپورٹ پیش فرمائی اور مجلس شوریٰ کی غرض و غایت اور اس کی اہمیت سے آگاہ کیا۔اس کے بعد قابلِ غور تجاویز پر مزید بحث کے لئے کمیٹیوں کے سربراہان اور سیکریٹریان کی نامزدگی ہوئی اور ان کمیٹیوں کے اجلاس ہوئے۔مورخہ 25 اکتوبر 2008ء بروز ہفتہ صبح سوا دس بجے مجلس شوریٰ کی بقیہ کاروائی شروع کی گئی جس میں ممبران شوریٰ نے پیش کی جانے والی تجاویز پر عام بحث اور سب کمیٹیوں کی جانب سے پیش کی گئی سفارشات کی منظوری دی جنہیں حتمی منظوری کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔

سالانہ اجتماع 2008ء......افتتاحی اجلاس

مورخہ 24 اکتوبر 2008ء بروز جمعۃ المبارک رات مجلس انصاراللہ برطانیہ کے سالانہ اجتماع 2008ء کے افتتاحی اجلاس کے آغاز سے قبل لوائے انصاراللہ لہرانے کی تقریب منعقد کی گئی۔امیر صاحب برطانیہ محترم رفیق احمد حیات صاحب نے لوائے انصاراللہ اور صدر مجلس انصاراللہ برطانیہ محترم ولید احمد صاحب نے لوائے برطانیہ لہرایا۔ محترم امیر صاحب نے اپنے افتتاحی خطاب میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے اور اسی لحاظ سے اللہ تعالیٰ وسائل بھی مہیا کر رہا ہے۔حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی آمد کا مقصد اسلام کی اصل تعلیم کو زندہ کرنا تھا جس کے لئے خلفائے سلسلہ اور ہمارے بزرگوں نے بے انتہا قربانیاں دی ہیں۔ایسا نہ ہو کہ ہماری بڑھتی ہوئی تعداد ہمیں ہمارے اصل مقصد سے دور کر دے۔خلافت کی نعمت ہمیشہ ہماری رہنمائی کرتی ہے اس لئے خلافت سے تعلق کو مضبوط رکھیں اور اپنے بچوں کا خیال رکھیں اور موقع پر ہی انہیں برائی کرنے سے روک دیں۔ بچوں کی تربیت کے لئے انہیں مزید وقت دیں۔بعض بچوں کے غلط روش اپنانے اور کمپیوٹر کے غلط استعمال کے ضمن میں فرمایا کہ اپنی اور بچوں کی بہتر تربیت کا ذریعہ یہ ہے کہ حضور انور کے خطبات باقاعدگی سے سنیں اور ان پر عمل کریں۔بعدازاں ''فیملی فورم'' منعقد کیا گیا۔اس فورم میں خاندانی اقدار اور بچوں کی تربیت کے مسائل سے متعلق سوالات کرنے کا موقع فراہم کیا گیا جن کے محترم امیر صاحب نے تفصیلی جوابات دیئے۔

ہفتہ 25 اکتوبر 2008ء

دن کا آغاز حسب روایت باجماعت نماز تہجد سے کیا گیا۔نماز فجر ادا کی گئی۔ قرآن کریم کا درس دیا گیا۔

علمی و ورزشی مقابلہ جات

صبح سوا نو بجے قائد تعلیم مجلس انصاراللہ برطانیہ مکرم فائز احمد صاحب نے تلاوت قرآن کریم ،نظم اور تقاریر کے مقابلے شروع کروائے ۔بعدازاں پیغام رسانی کا مقابلہ بھی کروایا گیا جس میں مختلف مجالس کے انصار نے حصہ لیا۔اسی دوران قائد صاحب صحت جسمانی کی نگرانی میں ورزشی مقابلہ جات کا انعقاد بھی کیا گیا۔ان مقابلہ جات میں ریجن کی سطح پر فٹبال ، والی بال اور انفرادی سطح پر صف اوّل اور صف دوم میں گولہ پھینکنا اور دوڑ کے مقابلے شامل تھے۔

تبلیغ فورم

سوا تین بجے شام ریجنل مشنری مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب کی صدارت میں ایک تبلیغ فورم منعقد ہوا۔ قائد تبلیغ برطانیہ مکرم راحیل ذکریا صاحب نے اپنے شعبہ کی کارکردگی بیان کرتے ہوئے کہا کہ امسال 8 ریجن میں 12 مجالس میں سوال و جواب کا انعقاد ہوا اور کئی دیگر تبلیغی پروگرام بھی منعقد کئے گئے لیکن بیعتوں کی تعداد نہایت ہی کم رہی۔ولیجز میں بھی تبلیغی پروگرام رکھے گئے لیکن اس طرف ابھی مزید توجہ کی ضرورت ہے۔مکرم سردار حمید احمد صاحب نے ''دیہاتوں میں تبلیغ'' کے عنوان پر اپنی تقریر میں قرآنی آیات اور خلفائے سلسلہ کے ارشادات کے حوالہ سے تبلیغ کی اہمیت اور اور اس کے مختلف ذرائع بیان کئے۔مکرم نسیم احمد باجوہ صاحب نے اپنے خطاب میں تبلیغی میدان میں بزرگان سلسلہ کے چند ایمان افروز واقعات بیان کرتے ہوئے کامیاب تبلیغ کے لئے دین کا علم حاصل کرنے ،حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کتب کا مطالعہ کرنے اور حضور انور کی خدمت میں باقاعدگی سے دعائیہ خط لکھنے کی ضرورت پر زور دیا۔اس کے بعد نماز مغرب وعشاء کی ادائیگی کے لئے وقفہ کیا گیا جس میں تمام انصار کو اس وقت ایک خوشگوار حیرت ہوئی جب یہ علم ہوا کہ انہیں حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی اقتداء میں یہ نمازیں پڑھنے کی سعادت حاصل ہو رہی ہے۔کیونکہ اجتماع گاہ میں حضور انور کی آمد متوقع نہ تھی۔

تربیتی فورم

نماز مغرب وعشاء کے بعد محترم عطاء المجیب راشد صاحب کی زیر صدارت نماز کے موضوع پر ''تربیت فورم'' کا انعقاد کیا گیا۔مکرم منیر الدین شمس صاحب نے ''نماز کی اہمیت'' کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے قرآنی آیات، احادیث، رسول کریم ﷺ، حضرت مسیح موعود علیہ السلام اور خلفائے سلسلہ عالیہ احمدیہ کے ارشادات کے

حوالہ سے ادائیگی نماز کی اہمیت کو اجاگر کیا کہ ہمیں اپنی ذمہ داریوں کا احساس کرتے ہوئے پنجوقتہ نماز کا التزام کرنا ہوگا۔مکرم منصور احمد صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی تحریرات کی روشنی میں سے کہا کہ ہمیں باقاعدگی سے نماز پڑھنی چاہئے۔نماز سے مشکلات دور ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی مدد فرماتا ہے۔مکرم سلمان صاحب (از پاکستان) نے اپنی تقریر میں کہا کہ ہمیں نہ صرف خود باقاعدگی سے ادائیگی نماز کی عادت اپنانی ہوگی بلکہ اپنے بچوں میں بھی نماز کی عادت ڈالنی ہوگی۔مکرم دبیر بھٹی صاحب نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ انصاراللہ کی حیثیت سے اپنے بچوں میں نماز کی عادت پختہ کرنے کے لئے ہمیں اپنی مثال پیش کرنی پڑے گی۔اختتامی خطاب میں محترم عطاء المجیب راشد صاحب نے فرمایا کہ خلافت سے برکت حاصل کرنے کی بنیادی شرط نماز کا قیام ہے۔ہمیں نہ صرف اپنے آپ میں نماز کی ادائیگی اور پابندی کا اعلیٰ نمونہ ظاہر کرنا ہوگا بلکہ اپنی اولاد میں بھی یہ اعلیٰ نمونہ قائم کرنا ہوگا۔انہوں نے حضرت مصلح موعودؓ کے ارشاد کا حوالہ دیتے ہوئے فرمایا کہ "جو احمدی اپنے بچوں کو نماز باجماعت کا پابند نہیں بناتے وہ اپنے بچوں کے خونی اور قاتل ہیں۔" اور ایسے والدین اپنے بچوں کو اللہ تعالیٰ کے فضلوں سے محروم کر رہے ہیں۔

تقریب تقسیم عطیہ رقوم

محترم امیر صاحب برطانیہ کی زیر صدارت تقریب میں امسال ماہ جون میں مجلس انصاراللہ برطانیہ کے زیر اہتمام منعقد کی گئی چیریٹی واک میں جمع ہونے والی عطیہ جات کی رقوم کے چیک برطانیہ کے مختلف چیریٹی اداروں کے نمائندگان میں تقسیم کئے گئے۔اس تقریب میں اداروں کے نمائندگان کے علاوہ میئر ویورلے اور میئر وانڈز ورتھ نے شرکت کی۔محترم صدر صاحب انصاراللہ برطانیہ نے چیریٹی واک سے متعلق ایک رپورٹ پیش کی کہ انصار بلکہ بچوں نے بھی اس میں حصہ لیا۔بہت سے بچے ایسے تھے جنہوں نے ایک سو پونڈ یا اس سے زیادہ عطیہ جمع کیا۔انفرادی طور پر سب سے زیادہ عطیہ کی رقم بیس ہزار پونڈز مکرم دبیر الحق صاحب نے جمع کی جو کہ ایک ریکارڈ ہے۔دوسرے نمبر پر محترم رفیق احمد حیات صاحب رہے جنہوں نے آٹھ ہزار پونڈز اور مکرم ظہیر احمد چوہدری صاحب چھ ہزار پونڈز کی رقم جمع کر کے تیسرے نمبر پر رہے۔محترم صدر صاحب نے خاص طور پر مکرم چوہدری ظہیر احمد صاحب اور مکرم مرزا رشید احمد صاحب کا ذکر فرمایا جنہوں نے اپنے انتہائی قریبی عزیزوں کی وفات کے فوراً بعد ہی چیریٹی واک کے انتظامات میں اپنی ذمہ داریاں نبھائیں۔مختلف چیریٹی اداروں کے نمائندگان میں عطیہ جات کی رقوم کے چیک تقسیم کئے گئے:

ایج کنسرن انگلینڈ : **10000**، ایج کنسرن وانڈز ورتھ : **3000**، چیریٹی ایماریو کے : **6000**، گریٹ آرمنڈ اسٹریٹ ہسپتال سرے : **6000**، ہیومینیٹی فرسٹ : **6000**، ہیومینیٹی فرسٹ ہنڈرڈ ویلز : **7000**، لیکیومیا ریسرچ : **6000**، ہیلپ دی ایج ویلز : **4000**، میئر آف مرٹن چیریٹی **5000**، میئر آف وانڈز ورتھ چیریٹی : **5000**، میئر آف ویورلے چیریٹی : **5000**، این سی ایچ (تین برانچز) : **10000**، این ایس پی سی سی : **3000**، آکسفام : **5000**، پی ڈی ایف اے: **3000**، رائل ہسپتال فار ڈس ایبلٹی : **6000**، رائل مارسڈن کینسر کمپین : **3000**، رورل لائف سینٹر : **5000**، سماریٹانز : **5000**، سیو دی چلڈرنز : **5000**، سرے کمیونٹی ڈویلپمنٹ ٹرسٹ : **5000**، ٹریلور : **1100**، میکویلن کینسر سپورٹ : **6000**

اس طرح کل **23** چیریٹی اداروں میں **120100** پونڈز کی رقم تقسیم کی گئی۔اداروں کے نمائندگان نے اپنے خیالات کا اظہار کیا جس میں سب نے دنیا بھر میں جماعت احمدیہ اور ہیومینیٹی فرسٹ کے تحت انسانیت کی خدمت کے لئے ہونے والے امدادی کاموں کی تعریف کی اور اظہار تشکر کیا۔محترم امیر صاحب نے اپنے خطاب میں فرمایا مسیح موعود علیہ السلام کی تعلیم کے مطابق ہماری جماعت دنیا بھر میں اسلام کی صحیح تصویر پیش کر رہی ہے۔بدقسمتی سے موجودہ حالات میں چند مسلم افراد کی وجہ سے اسلام اور مسلمانوں کا تشخص خراب ہو رہا ہے۔ہماری کمیونٹی دوسرے مسلمانوں سے بہت مختلف ہے اور ہماری کوشش ہے کہ امن، بھائی چارے اور محبت کی تعلیم ساری دنیا میں پھیلا دیں۔محترم امیر صاحب نے افریقہ، انڈیا اور دیگر غریب ممالک میں بنیادی انسانی ضرورتوں کی عدم فراہمی کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ ہماری جماعت ایسے لوگوں کی مدد کرتی ہے اور سکولوں میں مفت تعلیم اور ہسپتالوں میں مفت علاج کیا جاتا ہے۔اسی طرح ہم مختلف چیریٹی اداروں کی بھی مدد کرتے ہیں۔اور اب ہم افریقہ میں حضور انور کی ہدایت پر سولر انرجی (سستی بجلی) فراہم کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔تقریب کے بعد عشائیہ پیش کیا گیا۔

اتوار 28 اکتوبر 2008ء

اس دن کا آغاز بھی حسب روایت باجماعت نماز تہجد سے کیا گیا۔نماز فجر کے بعد قرآن کریم کا درس دیا گیا۔علمی مقابلہ جات کے دوسرے اجلاس میں تلاوت قرآن کریم، نظم اور تقاریر کے فائنل راؤنڈز منعقد کئے گئے۔

اسپیشل صد سالہ خلافت فورم

محترم لئیق احمد طاہر صاحب کی صدارت میں "صد سالہ خلافت فورم" کا انعقاد ہوا۔مکرم ڈاکٹر مظفر احمد صاحب نے خلافت احمدیہ کے بارے میں کمپیوٹر کے ذریعہ ایک پریزنٹیشن دی۔مکرم ڈاکٹر نفیس احمد صاحب نے "صد سالہ خلافت جوبلی، ہمارا عہد اور ہماری ذمہ داریاں" کے عنوان پر تقریر کرتے ہوئے کہا کہ گزشتہ سو سال میں نازل ہونیوالے اللہ تعالیٰ کے احسانات کا ہمیں شکر ادا کرنا چاہئے اور اس کا بہترین طریق یہ ہے کہ خلافت کی کامل اطاعت کریں۔محترم لئیق احمد طاہر صاحب نے اپنے خطاب میں خلفاء سلسلہ کی افراد جماعت سے محبت کے چند ایمان افروز واقعات بیان کرتے ہوئے ان کی دعاؤں کی قبولیت کا تذکرہ فرمایا کہ خلیفہ وقت کی دعا میں ایک خاص طاقت ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ سے براہ راست تعلق کے نتیجہ میں وہ دعا قبول بھی ہوتی ہے۔تمام انصار کو چاہئے کہ وہ حضور انور کے خطبات لازمی سنیں اور ان کی ہدایات کی روشنی میں اپنے اور اپنے اہل خانہ میں پاک تبدیلیاں پیدا کرنے کی کوشش کریں۔

شعبہ مال کی پریزینٹیشن

مکرم قائد صاحب مال نے شعبہ مال کی کارکردگی مختصراً پیش کی جس کے بعد کمپیوٹر کے ذریعہ ایک اسکرین پر سرائے انصار کی افتتاحی تقریب اور حضرت خلیفۃ المسیح الخامس ایدہ اللہ تعالیٰ کی سرائے انصار کے معائنہ کی تصویری جھلکیاں دکھائی گئیں۔

تقریب تقسیم انعامات برائے دوم اور سوم پوزیشن

بعد ازاں ایک مختصر تقریب تقسیم انعامات منعقد کی گئی جس میں محترم صدر

(باقی صفحہ 20 پر ملاحظہ فرمائیں)

انصار ڈائجسٹ

فرخ سلطان محمود

اس کالم میں قارئین کی طرف سے موصول شدہ دلچسپ اور مفید تحریریں شامل اشاعت کی جاتی ہیں۔ قارئین خود لکھ کر یا اپنے زیر مطالعہ کسی کتاب یا رسالہ سے اخذ کرکے ہمیں کچھ بھی بھجوا سکتے ہیں۔ تحریر مختصر اور باحوالہ ہونی چاہئے۔ ہمارا پتہ ہے: **Ansar Digest, 22 Deer Park Road, London SW19 3TL**

☆ بہت سے لوگ اپنے موٹاپے پر قابو پانے کے لئے غذا پر کنٹرول اور ورزش میں باقاعدگی کی بجائے دواؤں کا سہارا لینے کو ترجیح دیتے ہیں۔ اُن کے لئے غور کا مقام ہے کیونکہ ایک خبر میں بتایا گیا ہے کہ بیلجیم سے تعلق رکھنے والے ایک دواساز گروپ Solvay نے ایک ایسے مرکب پر اپنی تحقیق روکنے کا اعلان کیا ہے جو موٹاپے پر قابو پانے کے لئے استعمال کیا جاتا تھا۔ یہ فیصلہ یورپی یونین کے متعلقہ حکام کی طرف سے کئے جانے والے اُس فیصلے کے بعد کیا گیا ہے جس میں ایک دوسرے دواساز ادارے کی اسی مقصد کے لئے تیار کی جانے والی دوا Acomplia کو یورپ میں فروخت کرنے سے منع کردیا گیا تھا۔ یورپین میڈیسنز ایجنسی نے اپنے فیصلے میں تنبیہ کی تھی کہ ایسے افراد جو اپنے موٹاپے پر قابو پانے کے لئے دوا Acomplia کا استعمال کررہے تھے، اُن میں نفسیاتی بیماریوں کا خطرہ دوسروں کی نسبت دوگنا پایا گیا ہے۔ تاہم دواساز ادارے Solvay کا کہنا ہے کہ اپنی دوا پر تحقیق روک دینے کا فیصلہ اس لئے نہیں کیا گیا کہ اس دوا کے لئے کئے جانے والے تجربات کے نتائج توقع کے مطابق نہیں نکلے تھے یا اس کے استعمال سے کسی قسم کی دیگر جسمانی یا ذہنی پیچیدگیاں پیدا ہورہی تھیں بلکہ ابتدائی تجربات سے یہی ثابت ہوا تھا کہ یہ دوا بہت مؤثر ہے اور اِس کے استعمال کرنے والوں کے دماغ کو حسب ضرورت اُن کے معدے کے بھرے ہونے کے احساس کا پیغام کامیابی سے دیا جاتا تھا۔

☆ ہالینڈ کی اسٹریٹ یونیورسٹی کے ماہرین کی ایک ٹیم نے جنوری 1995ء سے جون 2007ء کے دوران امریکہ اور یورپی یونین کی منظور شدہ 174 حیاتیاتی دواؤں کے محفوظ ہونے سے متعلق نگرانی کے اقدامات کا جائزہ لینے کے بعد ایک رپورٹ مرتب کی ہے جسے امریکن میڈیکل ایسوسی ایشن کے جریدے میں شائع کیا گیا ہے۔ اس میں بتایا گیا ہے کہ امریکہ اور یورپ میں 1995ء سے جن حیاتیاتی ادویات یعنی biological medicines کی منظوری دی گئی ہے ان میں سے چوتھائی کے بازار میں آنے کے کئی برس بعد ان کے محفوظ ہونے کے بارے میں خدشات کا اظہار کیا جارہا ہے۔ ماہرین کا کہنا ہے کہ ان ادویات کے استعمال کے نتیجے میں جسمانی دفاعی نظام میں بے قاعدگیاں، دواؤں کا مختلف ردّعمل، انفیکشنز اور کینسر کے خطرات پیدا ہورہے ہیں جو ایسی حیاتیاتی ادویات کے غیر محفوظ ہونے کے بارے میں انتباہ کئے جانے کی وجوہات ہیں۔ رپورٹ میں مزید کہا گیا ہے کہ حیاتیاتی دوائیں ایسے اجزاء سے تیار کی جاتی ہیں جو زندہ خلیوں سے حاصل کئے جاتے ہیں اور یہ کہ حیاتیاتی دوائیں انجکشن کے ذریعہ جسم میں داخل کی جاتی ہیں اور کئی امراض مثلاً انیمیا، عضلاتی دردیں، ہیپاٹائیٹس اور کینسر کا علاج ہیں۔ جبکہ اس کے برعکس دیگر ادویات میں کیمیائی مادے استعمال کئے جاتے ہیں اور انہیں انجکشن کے علاوہ دیگر محفوظ طریقوں سے لیا جاتا ہے۔

☆ یورپی ماہرین نے کہا ہے کہ ایم پی تھری اور موبائل فونز جیسے دیگر آلات کی مدد سے اونچی آواز میں ہیڈفونز لگا کر موسیقی وغیرہ سننا سماعت کے لئے انتہائی خطرناک ہے اور ایسا کرنے سے وقت کے ساتھ ساتھ قوت سماعت اور کانوں کی حساسیت بھی ختم ہوجاتی ہے۔ رپورٹ کے مطابق اونچی آواز میں روزانہ موسیقی سننے والے کو 90 منٹ سے کم دورانیے پر سختی سے عمل کرنا چاہئے۔ برسلز میں یورپی ممالک سے تعلق رکھنے والے، ناک، کان اور گلے کے امراض کے ماہرین نے نوجوانوں سے حاصل کردہ معلومات کی روشنی میں جب جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ روزانہ 90 منٹ سے زیادہ اونچی آواز میں کانوں میں ہیڈفون لگا کر موسیقی سننے والے نوجوانوں کی قوت سماعت 24 سے 26 سال کی عمر میں ہی کمزور ہوگئی تھی اور یہ کمزوری زیادہ شور سے ہونے والی قوت سماعت کی کمی جیسی تھی۔ ماہرین کے مطابق کانوں کے اندر لگائے جانے والے ائیرفونز زیادہ نقصان دہ نہیں ہوتے تاہم ہیڈفونز قوت سماعت کے لئے نسبتاً زیادہ نقصان دہ ثابت ہوسکتے ہیں۔

☆ ایک رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ مائیگرین کی مریضاؤں کے چھاتی کے کینسر میں مبتلا ہونے کے امکانات نسبتاً کم ہوتے ہیں۔ یہ انکشاف امریکہ میں سیاٹل میں قائم ایک کینسر ریسرچ سینٹر کے تحت کی جانے والی تحقیق کے بعد سامنے آیا ہے۔ رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ جن عورتوں کو سر میں درد کی شدید شکایت ہوتی ہے، ان کے عام عورتوں کے مقابلے میں چھاتی کے کینسر میں مبتلا ہونے کے خدشات 30 فیصد کم ہوتے ہیں۔ اس تحقیق میں سیاٹل سے تعلق رکھنے والی تین ہزار عورتوں کی میڈیکل ہسٹری کا جائزہ لیا گیا اور اس تحقیق کو کینسر سے بچاؤ سے متعلق شائع ہونے والے ایک جریدے میں شامل کیا گیا ہے۔ تحقیق کرنے والے ایک ماہر ڈاکٹر کرسٹوفر کا کہنا ہے کہ ماہرین کا اندازہ ہے کہ چھاتی کے کینسر اور مائیگرین کا تعلق ہارمونز کی سرکولیشن کی سطح میں اتار چڑھاؤ سے ہے۔

☆ ماہرین نے ایک رپورٹ میں دماغ کی قوت فیصلہ پر روشنی ڈالتے ہوئے بتایا ہے کہ کسی بھی فیصلے کو کرتے ہوئے دماغ میں معلومات پر مشتمل دو متوازی رَو سفر کرتی ہیں۔ ان میں سے ایک معلوماتی رَو ہمارے تجربات پر مشتمل ہوتی ہے اور ماضی میں درپیش آنے والے ویسے ہی حالات میں ہماری کامیابیوں اور ناکامیوں کا ریکارڈ اپنے اندر رکھتی ہے چنانچہ دماغ اس سے اپنی غلطیوں کی نشاندہی کرتا ہے اور آئندہ ایسے عزائم کی پیش بندی میں مدد دیتا ہے جو سابقہ غلطیاں اپنے اندر نہ رکھیں۔ جبکہ دماغ میں دوسری متوازی معلوماتی رَو انسان کو یہ بات یاد رکھنے میں مدد دیتی ہے کہ اُس کا مقام

کیا ہے اور یہ کہ وہ ایک ایسا معاشرتی جانور ہے جو دوسروں کے اعمال سے اور دوسروں کی باتوں سے متاثر ہوتا ہے۔ ماہرین نے اپنے نتائج کو اخذ کرنے کے لئے رضا کاروں کو مختلف ذہنی مشقوں سے گزارا اور اس دوران اُن کے دماغ کا تجزیہ کیا گیا۔

☆ ذیابیطس کے حوالے سے ایک تحقیقی مطالعے میں بتایا گیا ہے کہ سبز چائے کا استعمال ذیابیطس میں مبتلا ہونے کے خطرات کو بھی کم کرتا ہے۔ امریکی ریاست جارجیا کے شہر آگسٹا کے میڈیکل کالج کے ماہرین نے اپنی ایک رپورٹ میں کہا ہے کہ تحقیق سے بات ثابت ہوچکی ہے کہ سبز چائے میں موجود کیمیائی مرکبات معدے میں تیزابیت کو کم کرنے کے علاوہ خلیوں کے ٹوٹنے کی رفتار کو بھی کم کرتے ہیں اور ذیابیطس ٹائپ ون سے بچاؤ میں بے حد معاون ثابت ہوئے ہیں۔ یہ کیمیائی مرکبات بلڈ پریشر اور خون میں کولیسٹرول کی مقدار کم کر کے جسم پر تناؤ کے منفی اثرات اور سوزش کو ختم کرتے ہیں چنانچہ چوہوں میں ذیابیطس کے اثرات کے خاتمے کے لئے سبز چائے کے استعمال کے نہایت مثبت نتائج برآمد ہوئے ہیں۔ ماہرین کے مطابق سبز چائے کا استعمال بعض ایسے امراض میں بھی مفید ثابت ہوا ہے جن کا ابھی تک کوئی علاج دریافت نہیں ہوا۔

☆ بڑھتی ہوئی عمر کے ساتھ ساتھ جسمانی اور ذہنی کمزوری کا احساس بھی بڑھتا چلا جاتا ہے۔ ماہرین نے غذاؤں کی طویل فہرست میں سے چھ ایسی غذائیں منتخب کی ہیں جنہیں غذائی معمولات میں شامل کر کے نہ صرف خطرناک بیماریوں سے محفوظ رہنے کی کوشش کی جاسکتی ہے بلکہ بڑھاپے کی آمد کی رفتار بھی سست کی جاسکتی ہے۔

1۔ اس حوالے سے پہلے نمبر پر زیتون کا تیل ہے۔ چالیس سال قبل لئے جانے والے ایک مطالعے یعنی Seven Countries Study کے ماہرین نے اپنے جائزے میں بتایا تھا کہ زیتون کا تیل کھانوں میں استعمال کرنے کے سبب اس میں موجود، نہ جمنے والی چکنائی یعنی Monounsaturated Fat کی وجہ سے ایک یونانی جزیرے کریٹ کے باشندوں میں دل کی بیماریوں اور کینسر کا نام ونشان نہیں ہے۔ بعد میں یہ بھی معلوم ہوچکا ہے کہ زیتون کے تیل میں اینٹی آکسیڈنٹس Polyphenols بھی ہوتے ہیں جو بڑھتی ہوئی عمر میں لاحق ہونے والی بیماریوں سے محفوظ رکھنے میں مدد دیتے ہیں۔

2۔ اس رپورٹ میں دوسری غذا کے طور پر دہی کے استعمال کا ذکر ہے۔ چنانچہ لکھا ہے کہ 1970ء کی دہائی میں سوویت یونین کی سابقہ ریاست جارجیا کے بارہ میں مشہور ہوا کہ وہاں فی کس سو سال سے زائد عمر والے افراد کی تعداد دنیا کے کسی بھی دوسرے ملک سے زیادہ ہے۔ اس وقت شائع ہونے والی رپورٹوں میں یہ انکشاف کیا گیا تھا کہ جارجین باشندوں کی طویل العمری کا راز دہی ہے جسے وہ اپنے کھانوں میں بہت باقاعدگی کے ساتھ اکثر وبیشتر شامل کرتے ہیں۔

دہی میں کیلشیم کی بھی بہتات ہوتی ہے اور کیلشیم بالخصوص ادھیڑ عمر خواتین کو ہڈیاں بھربھری کردینے والی بیماری اوسٹیوپوروسس سے بچاتا ہے۔ دہی میں صحت کے لئے ''مفید جراثیم'' بھی ہوتے ہیں جن سے آنتیں صحتمند رہتی ہیں اور بڑھتی ہوئی عمر میں ہونے والی آنتوں کی بیماریاں کم لاحق ہوتی ہیں۔

3۔ رپورٹ میں تیسری اہم غذا مچھلی کو قرار دیا گیا ہے اور لکھا ہے کہ تین سال قبل اس بات پر طبی تحقیق شروع کی گئی تھی کہ الاسکا کے برفانی علاقے میں رہائش پذیر اسکیمو باشندوں میں دل کی بیماریاں نہ ہونے کے برابر کیوں ہوتی ہیں۔ ماہرین نے یہ نتیجہ نکالا کہ اس کی وجہ ان کی غذا میں غیر معمولی مقدار میں مچھلی کا استعمال ہے۔ مچھلی میں اومیگا3 فیٹی ایسڈز کی بہتات ہوتی ہے جس کی وجہ سے شریانوں کی اندرونی دیواروں کے ساتھ کولیسٹرول چکنائی جمنے نہیں پاتی۔ اس سے جہاں دل کی بیماریوں کا امکان کم ہوجاتا ہے وہاں دل کی دھڑکن بھی بے قاعدہ نہیں ہوتی۔

4۔ رپورٹ میں چوتھے نمبر پر کوکوا کا استعمال رکھا گیا ہے چنانچہ پانامہ کے ساحلوں سے کچھ فاصلے پر سان بلاس نام کے جزائر میں کونا قبائلی افراد رہائش پذیر ہیں اور ان قبائلیوں میں دل کی بیماریوں کی شرح پانامہ کی سر زمین کے باشندوں کے مقابلے میں 9 گنا سے بھی کم دیکھی گئی ہے۔ اس کی ممکنہ توجیہہ یہ پیش کی جاتی ہے کہ یہ قبائلی افراد ایسے مشروبات کثرت سے استعمال کرتے ہیں جن میں بڑی مقدار میں کوکوا شامل کیا جاتا ہے۔ کوکوا وہی بیج ہے جسے پیس کر چاکلیٹ کی تیاری میں بھی استعمال کیا جاتا ہے۔ کوکوا میں Flavanols غذائی اجزا کی بھرمار ہوتی ہے جس سے خون لے جانے والی نالیاں طویل عرصے تک خرابی سے محفوظ رہتے ہوئے صحت بخش طور پر اپنا فریضہ سرانجام دیتی رہتی ہیں۔ اگر یہ نالیاں صحتمند رہیں تو پھر ہائپرٹینشن یعنی ہائی بلڈ پریشر، ٹائپ ٹو ذیابیطس، گردے کے امراض اور مخبوط الحواسی کی شکایتوں کا امکان کم ہوجاتا ہے۔

5۔ رپورٹ میں پانچویں اہم غذا گری دار میووں یا مغزیات کو قرار دیا گیا ہے۔ چنانچہ Nuts کے بارہ میں عیسائیوں کی ایک مذہبی تنظیم نے تفصیلی طبی جائزے لئے تھے اور ثابت کیا تھا کہ جو لوگ بادام، پستہ، اخروٹ، چلغوزہ اور اسی طرح کے دیگر گری دار خشک میوے استعمال کرتے ہیں ان کی زندگی میں اوسطاً اڑھائی سال کا اضافہ ہوجاتا ہے۔ مغزیات میں بھی زیتون کے تیل کی طرح نہ جمنے والی چکنائی کا اچھا خاصا ذخیرہ ہوتا ہے اور ان سے بھی اُسی قسم کے فوائد دل اور دیگر اعضائے رئیسہ کو حاصل ہوتے ہیں جو زیتون کے تیل سے ہوسکتے ہیں۔ گری دار میووں میں وٹامنز، معدنیات اور اینٹی آکسیڈینٹس سمیت دیگر فائٹوکیمیکلز اجزا کی بھی بہتات ہوتی ہے جس سے صحت پر اچھے اثرات مرتب ہوتے ہیں۔

6۔ رپورٹ میں چھٹے نمبر پر ذکر ہے بلوبیریز کا۔ اور بتایا گیا ہے کہ 1999ء میں شائع شدہ ایک جائزے کے مطابق ٹفٹس یونیورسٹی کے انسانی غذا پر تحقیق کرنے والے مرکز کے ماہرین نے Bluebarries کا عرق چوہوں کو پلانے کا تجربہ شروع کیا تھا۔ اور یہ رس ان جانوروں کو 10 انسانی سالوں کی مساوی مدت تک پلایا جاتا رہا۔ جس کے بعد یہ دیکھا گیا کہ بڑھاپے کی عمر کو پہنچنے کے بعد بھی یہ چوہے معمول کی غذا استعمال کرنے والے چوہوں کے مقابلے میں توازن اور رابطے کے ٹیسٹ میں نمایاں بہتر کارکردگی کا مظاہرہ کر رہے تھے۔ بلوبیریز اور اس جیسی دیگر بیریز میں ایسے کیمیائی اجزا شامل ہوتے ہیں جو سوزش اور عمل تکسید کے نقصان دہ اثرات کو کم کردیتے ہیں۔ کیونکہ سوزش اور عمل تکسید کے باعث ہی عمر رسیدہ افراد کی یادداشت کمزور ہوجاتی ہے اور اُن کا دماغ پہلے کی طرح فعال نہیں رہتا۔